15/16

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

مدیر نگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۵ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ
۱۴ اگست ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہلاکت کا خطرہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَتُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ ٭ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم مجھے تمہاری تنگ دستی سے ڈر نہیں ہے بلکہ مجھے تمہارے متعلق یہ خطرہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں تم پر کشادہ کی جائیں گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئیں پھر تم ان میں ویسی رغبت کروگے جس طرح انہوں نے رغبت کی تھی اور وہ ساز و سامان تمہیں ہلاک کر دیں گے جس طرح پہلوں کو ہلاک کیا ٭

ذلیل دُنیا

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ قَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ ھٰذَا لَہٗ بِدِرْھَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّہٗ لَنَا بِشَیْءٍ قَالَ فَوَاللّٰہِ لَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا عَلَیْکُمْ ٭ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیڑ کے ایک چھوٹے کانوں والے مرے ہوئے بچے کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا تم میں سے کون چاہتا ہے کہ یہ بچہ اُسے ایک درہم سے مل جائے سب نے کہا (آپ تو ایک درہم پر لینا دریافت کرتے ہیں) ہم تو کوئی چیز دے کر بھی نہیں لینا چاہتے آپ نے فرمایا خدا کی قسم البتہ دنیا اللہ تعالےٰ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا کہ یہ بچہ تمہاری نظر میں ٭

تین ساتھی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ ٭ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے میت کے ساتھ اس کا اہل اور مال اور عمل جاتے ہیں پھر اہل اور مال لوٹ کر آجاتے ہیں اور اس کا عمل ساتھ ہی رہتا ہے ٭

محبوب مال

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِ وَارِثِہٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے مگر ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا ہر انسان کا اپنا مال وہ ہے جو آگے بھیج چکا اور جو پیچھے چھوڑ گیا وہ اس کے وارث کا مال ہے

دُنیا و آخرت

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا ھُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰی رِمَالِ حَصِیْرٍ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِہٖ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُھَا لِیْفٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ فَلْیُوَسِّعْ عَلٰی اُمَّتِکَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَیْھِمْ وَھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ فَقَالَ اَوَفِیْ ھٰذَا اَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِکَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَھُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَۃُ ٭ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں آپؐ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے چٹائی نے آپؐ کے پہلو پر نشان ڈال دیئے تھے دراںحالیکہ آپؐ کے سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس کا بھراؤ کھجور کی پوست سے تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ خدا سے دُعا فرمایئے کہ آپ کی اُمت پر رزق کی کشادگی کر دے پس تحقیق فارس اور روم پر کشادگی کی گئی ہے حالانکہ وہ خدا کی بندگی بھی نہیں کرتے آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطابؓ تو ابھی تک اسی بات میں پڑا ہوا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں نیکیوں کا بدلہ جلدی دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ؟

کامیاب زندگی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَہُ اللّٰہُ بِمَا اٰتَاہُ ٭ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک وہ شخص نجات پا گیا جو اسلام لایا اور اُسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا ہو۔ اور جتنا اُسے خدا تعالیٰ نے دیا ہے اس پر قناعت کرنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہو۔

یہ دُنیا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ ٭ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کیلئے قیدخانہ ہے اور کافر کے لئے بہشت ہے ٭

ہفت روزہ

خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد | ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء | شمارہ ۱۴

اسلام کا نظامِ عدل

مشرقی پاکستان کے جج جناب محبوب مُرشد کا ایک انٹرویو ملکی جرائد میں شائع ہوا ہے۔ جس میں موصوف نے فرمایا ہے کہ میں مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت قرآن کریم اور سنّت نبوی پر نگاہ رکھتا ہوں۔ طویل انٹرویو میں جناب مُرشد کا یہ جُملہ بھی ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں رہا۔ کہ وہ امام اعظم، امام ابوحنیفہ کی دقّت نظری سے اس قدر متاثر ہیں کہ امام موصوف کے اکثر نقطہائے نظر پر ہر وقت نگاہ رہتی ہے۔

موصوف مُسلمانوں کے نظام عدل کا ایک واقعہ کارلائل مشہور مغربی مورّخ کی زبانی بیان کرتے ہوئے سلطان صلاح الدین ایوبی اور قاضی القضاۃ کے مابین دلچسپ مقالہ کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں سلطان صلاح الدّین ایوبی کو قاضی نے سمن بھیج کر عدالت میں طلب کیا۔ اور حقائق مقدمہ بیان کرنے کے بعد فیصلہ سلطان کے خلاف صادر کر دیا سلطان نے اپنے خلاف فیصلہ سننے کے بعد قاضی کو گلے سے لگا لیا۔ اور کہا کہ خُدا کی قسم اگر آپ انصاف کے معاملے میں ذرہ برابر بھی لغزش کرتے۔ تو میں تمہاری گردن اس تلوار سے اُڑا دیتا۔ جو کہ زیر جامہ سلطان نے چھپا رکھی تھی۔

اِس پر قاضی صاحب نے مسندِ قضاً سے اُٹھ کر اپنے زیر زانو کپڑا اُٹھا کر دُرّہ نکالا اور کہا کہ اگر سلطان میرے فیصلے سے انحراف کرتا۔ تو میں یہ دُرہ استعمال کرتا۔ تاکہ قانون کی عملداری برقرار رہے۔ اور مسلمانوں کے نظام عدل پر حرف نہ آسکے۔ اس دلچسپ انٹرویو میں جسٹس محبُوب نے بڑے والہانہ انداز میں حُبّ رسول اور اسلامی تعلیمات سے اپنی شیفتگی کا اظہار کیا ہے۔

ساتھ ہی موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ میرے زیر مطالعہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کی ماخذ احادیث مبارکہ اور احیاء العلوم و فتوح الغیب وغیرہ کتابیں رہتی ہیں۔ اور اکثر میں جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے اقوال کا بھی مطالعہ کرتا رہتا ہوں؟

ہم اس طویل اقتباس کے لئے قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ چونکہ اس انٹرویو کا گہرا تعلق ہماری عام زندگی سے ہے۔ اس لئے ہم نے ذرا تفصیل کے ساتھ موصوف کے افکار و خیالات قارئین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔

فاضل جسٹس محبوب مرشد صاحب نے دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ مقدمات کا فیصلہ کرتے ہوئے۔ موصوف کے پیش نظر کتاب اللہ ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ سنّت رسول اللہ کی روشنی سے اکتساب فیض کرتے ہوئے مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسری بات موصوف نے یہ فرمائی کہ فقہائے اُمّت میں سے امام اعظمؒ کی تفقہات اور فقیہانہ نکتہ سنجی جدید عہد کے بے شمار قانون دانوں اور شارحین سے افضل و برتر ہے۔

جناب امام اعظمؒ کی فکری صلاحیتوں اور موصوف کی دقت نظری نے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کی حدود کا تعیّن کر دیا ہے۔

یہ تبصرہ ایک جدید اور روشن خیال مسلمان کا ہی نہیں بلکہ ملک کی عظیم عدلیہ کے جج کا ہے۔ اگر کوئی وضع پسند اور اسلام کی روشن تعلیمات سے شغف رکھنے والا مصنّف اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتا تو اُسے دُنیائے تمدّن زیادہ سے زیادہ اسلام کا خطیب کہہ دیتی لیکن جس شخصیّت نے برسوں دُنیا بھر کے نظام ہائے عدل و انصاف کا مطالعہ کیا ہو جس کی نگاہیں برطانیہ، امریکہ، فرانس، یونان، چین روس، آسٹریلیا اور دوسرے ترقی یافتہ مغربی ممالک کے نظام عدل کی قائم کردہ روایات کو دیکھ رہی ہوں پھر وہ یہ حکم لگائے کہ ان تمام ممالک کے نظام عدل کے مقابلے پر اسلام کا نظام عدل و انصاف زیادہ وزنی، زیادہ مفید اور زیادہ قابل عمل ہے۔ تو گویا یہ شہادت خود اُس طرف سے مل رہی ہے جسے مملکت نے نظام عدل کی کڑی سے وابستہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ ملک کی عدلیہ کے اہم منصب پر بھی فائز کر رکھا ہے۔ اگر علمائے کرام اور اسلام پسند حلقے اسلام کے قانون کی عملداری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر فقہائے اُمّت اِسلامی مشاورتی کونسل کے معزز اراکین کی آراء کے خلاف کوئی مثبت نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ اگر جمعیۃ العلمائے اسلام یا دوسری دینی انجمنیں، حکومت سے مطالبہ کرتی ہیں کہ یہاں اسلامی قانون کا اجرا کیا جائے اور محکمۂ قضاً کے تحت نظام عدل مقرر کر دیا جائے۔ تو جدید عہد کے روشن خیال اصحاب ناک بھوں چڑھا کر عجیب و غریب تمسخر انگیز باتیں بنانے لگتے ہیں۔ گویا اسلامی قانون اِن روشن خیال بزرگوں کے لئے اذیت ناک نظام بن کر نازل ہو جائے گا۔ حالاں کہ تمام دنیا کے دانشور، تمام اونچے درجے کے مفکّر اور صاف ذہن فقیہہ برملا کہہ چکے ہیں۔ کہ اسلام کا قانون اپنے اجراء کے ساتھ ایک مخصوص ماحول اور ایک خاص مزاج بھی لے کر آئے گا۔ جس کی موجودگی میں روشن خیالی کے دیئے نہ جل سکیں گے کیونکہ فانوس کی روشنی اپنے گرد نور کا ایک مضبوط حلقہ بنا لیتی ہے۔ جس کے باہر کوئی شے بھی تاریکی کے پردے حائل نہیں کر سکتی۔ اسلام جب عملاً نافذ کر دیا جائے گا۔ تو پھر ظاہر ہے۔ کہ وہ اپنی فضا خود پیدا کرے گا۔ اعتراف تو سب ہی کرتے ہیں۔ لیکن جسٹس محبوب مرشد کی طرح عمل کی توفیق کم لوگوں کے حِصّے میں آتی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہماری انتظامیہ اور عدلیہ دونوں ہی اسلام کو اپنا حکم بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔ کہ زبانی دعوائے کرتے کرتے تو ہمیں ۱۷ برس گزر گئے ہیں۔ اب عمل کی ضرورت ہے۔ ہم یہ بھی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلامی قانون کی بالادستی کل قوانین ممالک غربیہ پر ہماری عدلیہ کے معزز رُکن نے ثابت کر دی ہے جو بجائے خود اس امر کا ثبوت ہے کہ اسلام محض نعروں، تقریروں اور بیانوں کا مذہب نہیں بلکہ وہ قوت حاکمہ کی حیثیت سے بھی اپنا وجود منوانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاکؐ کے لائے ہوئے قانون قرآن کو اپنی ذاتی آراء پر فضیلت دینے کے لئے تیار ہیں۔ یا نہیں۔ جس دن ہمارے حاکموں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب قرآن کریم کی حاکمیّت کو تسلیم کرانا ہے۔ اُسی دن سے دین اسلام حاکم و غالب قوّت کی حیثیت سے اپنا وجود ثابت کر دکھائے گا۔

وما علینا الا البلاغ

[illegible] باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۶ اگست ۱۹۶۴ء

محبتِ رسولؐ کا تقاضا

مجلسِ ذکر

مرتبہ خالد سلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ آپ سب حضرات یہاں اطمینانِ قلب حاصل کرنے اور اصلاح باطن کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ ہمارے لاکھوں مسلمان بھائیوں کو اس کا بالکل خیال نہیں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بڑے بڑے مالدار اور لینڈلارڈ جو مسجدوں میں نہیں آتے۔ اور جنہیں یادِ الٰہی کی توفیق نہیں۔ یہ اُن پر اللہ تعالےٰ کی مار اور پھٹکار ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے کافروں اور مشرکوں کو ایمان کی دولت سے محروم رکھا۔ اسی طرح ان نام کے مسلمانوں کو عمل کی دولت سے محروم رکھا ہے۔ آج خودساختہ اسلام رائج ہے۔ غیر اسلامی رسومات اور خرافات پر عمل کیا جاتا ہے۔ ہندوں اور عیسائیوں کی طرح دن منائے جاتے ہیں جن چیزوں کو اسلام سے دور تک کا واسطہ نہیں۔ اُن کو عین اسلام سمجھا جاتا ہے۔

کیا عیسائیوں کے کرسمس ڈے کی طرح کوئی دن منانا جس کی اسلام میں کوئی سند نہ ہو۔ جائز ہے؟ اور اس کے لئے لاکھوں روپیہ ضائع کرنا اسراف و فضول خرچی نہیں ہے؟ جو کہ اسلام میں بالکل حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطٰن

بیشک اسراف و فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

آج لغو کاموں میں مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ نام ونمود اور نمائش و آرائش کے لئے ہر ایک کوشش کرتا ہے (الا ماشاء اللہ) جو کہ شرک اصغر ہے۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کو فرمایا۔ کہ مجھے اپنی امت سے سب سے بڑا خطرہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ۔ وہ شرک اصغر کیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ دکھاوا۔ یعنی دکھاوے اور نام وغیرہ کے لئے نماز پڑھنا۔ صدقات و خیرات کرنا۔ یہ سب شرک اصغر ہے

آج اکثر مسلمان اس شرک میں مبتلا ہیں۔ اور اُن کے ساتھ دین کی حفاظت کرنے اور عاشقِ رسولؐ ہونے کا دعوےٰ کرنے والے مولوی بھی ہیں۔ جو ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔ کیا مسلمانوں نے عید میلاد النبی کے موقع پر لاکھوں روپیہ جھنڈیوں اور سجاوٹ پر محض دکھاوے اور نام ونمود پر ضائع نہیں کیا؟ کیا یہ روپیہ آپ کے یا کسی اور کے کام آیا؟

آج محبتِ رسولؐ کے لئے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں۔ کہ صحابہ اکرامؓ کو حضورؐ سے محبت نہیں تھی (نعوذ باللہ) اگر محبت اور عشقِ رسولؐ اس طرح جھنڈیوں اور آرائش کرنے اور اسراف بے جا کرنے میں ہوتا۔ تو صحابہ کرامؓ سب سے پہلے کرتے۔ لیکن صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی کے زمانے میں یہ نہیں ہوا۔

یہ جلوس اور جلسے اور دن منانا سب چودھویں صدی کی پیدائش ہے۔ آپ نے اشتہاروں میں پڑھا ہوگا۔ کہ نیچے بانیِ جلوس کا نام لکھا ہوتا ہے۔

حضرات! آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں۔ کیا نبیؐ کی تعلیم یہی ہے؟ ہمیں تو چاہیئے تھا۔ کہ ہم صحابہ اکرامؓ والے اسلام پر عمل کرتے اخلاقِ نبویؐ کو اپنا کر غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو پیش کرتے۔

یہ جو ہم ہر سال لاکھوں روپیہ ضائع کر دیتے ہیں اگر اس سے تبلیغی مراکز قائم کئے جائیں بیواؤں یتیموں کی پرورش کی جائے۔ اسلام کی خدمت کیلئے یہ روپیہ خرچ کیا جائے۔ تو اللہ کی رضا کا ذریعہ بنیں۔ نماز کی پرواہ نہیں۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتے حج کی توفیق ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے۔ اور ان لغو رسومات اور خرافات میں اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کہیں پنجابی اسلام ہے اور کہیں بنگلہ اسلام اور کہیں پشتو اسلام سب کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو محمدیؐ اسلام نہیں ہے۔

جو آج کل کے پنجابی اسلام پر عمل کرے۔ آئے جلسوں جلوسوں اور من گھڑت رسومات و خرافات کے لئے چندہ دے۔ چاہے وہ نماز ایک نہ پڑھے روزہ ایک نہ رکھے لوگوں کے حقوق غصب کرے۔ زکوٰۃ و حج کو بالکل ادا نہ کرے۔ وہ پکا مسلمان۔ اور جو ان کے خودساختہ اسلام کی مخالفت کرے۔ اور محمدی اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرے اپنے فرائض کو ادا کرے۔ وہ وہابی۔ پکا بے ایمان۔ افسوس کہ آج خود کو جنوں اور جنوں کو خود سمجھتے ہیں۔

آج ہمارے اقتدار حاصل کرنے والے قربانی اور حج کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔ نماز نہ پڑھو اس سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ کام میں حرج ہوتا ہے لیکن افسوس! کہ اُن کے نزدیک یہ جھنڈیاں اور آتش بازی چلانا اور سگریٹ نوشی شراب خوری اور سنیما بازی میں لاکھوں کروڑوں روپیہ ضائع کرنا اسراف نہیں ہے۔ نماز پڑھنے سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور گپیں مارنے اور سنیما دیکھنے اور کلبوں میں جاکر ڈانس کرنے سے تفریح ہوتی ہے۔ قربانی دینے میں اسراف ہے اور نام و نمود کیلئے آرائش کیلئے روپیہ خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

حضرات! اگر ہم مسلمانوں کی اسی طرح حالت رہی۔ اسوۂ نبویؐ کو بالکل ترک کرتے رہے۔ حضورؐ کی پیدائش کے دن پر حضورؐ کی سنت کے خلاف کام کرتے رہے۔ حرام اور حلال میں تمیز نہ رہی نہ نماز کی پرواہ اور نہ پردے کا خیال رہا طبلے اور سارنگیوں پر فلمی موسیقی کی طرزوں پر نعتیں پڑھتے رہے۔ اور عیسائیوں کی طرح صرف ایک دن مناکر خوب اسراف و فضول خرچی کرتے رہے۔ تو آئندہ نسلیں ان کاموں کو عین اسلام سمجھنے لگیں گی۔ اور اس طرح دنیا و آخرت میں رسوائی اور ذلت ہوگی۔

سوال کیا جاتا ہے۔ کہ بڑے بڑے آدمیوں کے دن منائے جاتے ہیں تو ہم اپنے پیارے نبیؐ کا دن کیوں نہ منائیں؟ ان کی پیدائش پر خوشیاں کیوں نہ کریں؟ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ کیا صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین اور بزرگانِ دین سے زیادہ آپ کو حضورؐ سے عشق و محبت ہے؟ اور ان کی پیدائش کی خوشی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو کیا کسی صحابی نے اس طرح دن منایا۔ کسی بزرگ نے اس طرح فضول خرچی اور اسراف بے جا کیا جو تم عشقِ رسولؐ کا دعوےٰ کرنے والے کر رہے ہو۔

حضرات یاد رکھئے! یہ سب چیزیں اسلام اور اسلامی اخلاق و آداب کے خلاف ہیں اور انہیں دین سے کوئی سروکار نہیں۔ دینِ خداوندی مکمل ہو چکا ہے۔ رسول اللہؐ اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ اللہ کی کتاب زندہ ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش امٹ ہیں۔

آیئے! ان نقوش کو مشعل راہ بنائیں اور کتاب اللہ کے آیئنے میں جھانک کر اپنی زندگیوں کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالیں محبتِ رسولؐ کا یہی تقاضا ہے اور خدائے اسلام ہم سے اسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے

اجلاس

جامع مسجد کوئٹہ میں ختمِ نبوت کا تین روزہ اجلاس مورخہ ۱۴-۱۵-۱۶ اگست ۵، ۶، ۷، ربیع الثانی کو منعقد ہو رہا ہے جس میں خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور دیگر علمائے کرام تقاریر فرمائیں گے۔

خطبہ جمعہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۷ر اگست ۱۹۶۴ء

انسان اللہ تعالیٰ سے باغی کیوں ہوتا ہے

اور بغاوت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بزرگان محترم!

میں آپ حضرات کی خدمت میں آج دو چیزیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ سے باغی کیوں ہو جاتا ہے؟ کیوں اس کا شکر ادا نہیں کرتا؟ کیوں اُس کی فرمانبرداری نہیں کرتا؟ کیوں اُس کے پیغمبروں کو جھٹلاتا ہے؟ کیوں اُس کی نازل کردہ کتاب کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے۔ بالآخر اس بغاوت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

بغاوت کا سبب

غور کیا جائے تو بغاوت کا سب سے بڑا سبب آسودہ حالی، رزق کی فراوانی اور اسباب معیشت کی بہتات ہے چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جس قدر رزق زیادہ عطا فرمائے اسی قدر زیادہ اُس کا ممنون احسان ہو۔ اس کا زیادہ شکر بجالائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دروازہ پر بلائے تو سب کام کاج چھوڑ کر دوڑتا ہوا آئے، اس بلاوے کو اپنے لئے باعث صد شرف اور اعزاز خیال کر کے آئے۔ اور یہ باور کرے کہ مجھے دربار شہنشاہی سے بلاوا آیا ہے۔ جس طرح انسان نے اپنے نوکروں کو سکھایا ہوا ہے کہ جب تمہیں بلایا جائے۔ تو آواز سنتے ہی جی حضور کہو تا کہ آقا کو معلوم ہو کہ نوکر نے آواز سن لی ہے اور پھر سب کام چھوڑ کر دوڑتے ہوئے آؤ۔ حاضر ہو کر حکم سنو اور اس کے بعد اس کی بے چون وچرا تعمیل کرو۔ اسی طرح مالک حقیقی کا معاملہ ہے۔ اُس کے حضور تو اس سے بھی زیادہ مستعدی اور تن دہی سے حاضری اور تعمیل احکام کی ضرورت ہے لیکن افسوس کہ انسان اس روش سے الٹ چلتا ہے۔ آسودہ حالی، رزق کی فراوانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت کے باعث وہ باغی ہو جاتا ہے اب میں اپنے اس دعویٰ کے حق میں کہ انسان کی بغاوت کا سب سے بڑا سبب آسودہ حالی ہے قرآن مجید سے متعدد شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی شہادت

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

(سورۂ یونس پ ۱۱ رکوع ۸)

ترجمہ۔ اور موسیٰ نے کہا اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اُس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں

فرعون اور اس کے سرداروں

کی بغاوت کا سبب یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے عیش وآرام کے ہر طرح کے اسباب بافراط عطا فرمائے تھے اس لئے وہ باغی ہو گئے تھے۔

بغاوت کا نتیجہ

فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ ۝ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ۝ قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ۝ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ۝ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ۝ (سورہ الشعراء پ ۱۹ رکوع ۴)، ترجمہ

پھر ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے اسی طرح ہوا اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا پھر سورج نکلنے کے وقت اُن کے پیچھے پڑے پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے کہا ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے راہ بتائے گا پھر ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ اپنی لاٹھی کو دریا پر مار پھر پھٹ گیا پھر ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو پہنچا دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے

عبرت

اے عیش وعشرت میں مست رہنے والے دنیا دارو! اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اللہ جل شانہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ حق تعالیٰ سے ڈرو اور اُس کے مخلص بندے بنو۔ وما علینا الا البلاغ

دوسری شہادت

وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُم مِّنْهَا يَرْكُضُونَ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝ (سورہ الانبیاء پ ۱۷ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کر دیا ہے۔ اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں جاؤ تا کہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے ہائے! ہماری کم بختی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ سو اُن کی یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو اور وہ بجھ کر رہ گئے

بغاوت کا سبب اور نتیجہ

میرے بھائیو! آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے عیش وعشرت کے سامانوں میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ اس کے احکام سے بغاوت کی نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں لعنت کی موت مرے اور آخرت میں جہنم رسید ہوں گے۔

عبرت

اے عیش وعشرت کے نشے میں مدہوش رہنے والو! خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس کے فرمان یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو۔ ورنہ خطرہ ہے کہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو پہلے نافرمانوں سے ہوا۔

وما علینا الا البلاغ۔

تیسری شہادت

وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہاں کے دولتمندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب اُن پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ اور ہم اُسے برباد کردیتے ہیں۔

بغاوت اور اُس کا نتیجہ

محترم حضرات! آپ نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔ کہ دولت مند اور سرمایہ دار ہی جب ہمارے احکام کی مخالفت کرتے ہیں تو اُس بستی پر عذاب الٰہی آتا ہے۔ اور اُسے برباد کردیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دنیا دار اپنے دولت کے نشے میں اللہ تعالیٰ سے باغی ہوجاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوکر انہیں تباہ و برباد کردیتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عذاب سے پہلے اصلاح کی کوشش

برادران عزیز! حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان ہے:
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

ترجمہ۔ اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ یہی دستور رہا ہے کہ پہلے ان کے ہاں اپنا رسول بھجواتے رہے۔ جو انہیں سمجھا دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت نہ کریں۔ اُس کی فرمانبرداری کریں۔ اسے ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کریں۔ بدنصیب قوموں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور بندگی کا حق ادا نہ کیا۔ تب ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

ہادی کا اقرار

دنیا میں جتنی قوموں نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی ہے وہ لوگ قیامت کے دن جہنم میں جائینگے جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہر ایک قوم اقرار کرے گی کہ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی آیا تھا مگر ہم نے جھٹلایا تھا۔ جس کی سزا آج جہنم میں آپہنچے ہیں۔

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

(سورہ الملک پ ۲۹ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغے پوچھینگے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا۔ کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

تاریخ اپنے اوراق کو دوہراتی ہے

برادران اسلام! ہمارے ہاں یہ فقرہ ضرب المثل چلا آرہا ہے۔ "تاریخ اپنے اوراق کو دوہراتی ہے"۔ پہلی قوموں کا جو نقشہ ابھی گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے۔ تاریخ کے صفحات پر آج بھی کھلا ہوا ہے۔ اور نگاہ اٹھا کر دیکھو تو تمہیں صاف نظر آجائے گا۔ ہمارا ایمان ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔ مگر قرآن حکیم جو شہنشاہ حقیقی کا فرمان ہے۔ وہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے راہ نما ہے اس کی طرف دعوت دینے والے بندگان خدا ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے جنہیں علماء ربانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پس اے دولت کے نشے میں مست رہنے والو۔ دولت مندو! اے سرکاری عہدوں پر فائز عہدہ دارو! اے بڑے بڑے زمیندارو! مل مالکو اور جاگیر دارو! علماء ربانی کی آواز پر کان دھرو۔ قرآن عزیز کا پیغام سنو اور سنت نبوی کے رنگ میں ڈوب کر صراط مستقیم پر چلو۔ اللہ کی راہ میں جان و مال کی بازی لگاؤ۔ اپنی خواہشات کو مؤخر کردو اور احکام الٰہی کو مقدم رکھو تاکہ جہنم کے عذاب سے نجات حاصل کرلو۔ اور جنت کے وارث بن سکو۔ دیکھو! یہ نعمت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ لیکن افسوس تمہیں اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق ہی نہیں اور نہ ان سے تربیت کرانے کی دُھن تمہارے اندر موجود ہے۔ اس کے برعکس تمہیں رنڈیوں کے گانے سننے کا شوق ہے، ریڈیو گھر گھر میں موجود ہے۔ تاکہ رنڈیوں کے گانوں کی آواز گھر گھر پہنچ سکے اور زن و مرد اس سے لطف اندوز ہوں۔ خدارا بتاؤ! کیا یہی جنت کی راہ ہے! کیا خدا تعالیٰ کا کلام سننے کا اس سے دسواں بیسواں یا سواں حصہ شوق بھی تمہارے اندر موجود ہے؟ انگریز کے گلے کی لعنت یعنی سینما بینی تم نے گلے کا ہار بنا رکھی ہے اور مساجد میں بھولے سے بھی جانے کا نام نہیں لیتے!

کاش تمہارے دلوں میں اللہ کا پیغام سننے کی تڑپ ہوتی اور مصطفےٰ کریم کے ارشادات و اعمال کو اپنی زندگیوں میں جاری وساری کرنے کا شوق ہوتا ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آئیے! ہم کتاب و سنت کی تعلیمات کو حرز جاں بنائیں اور بغاوت کی راہ چھوڑ کر جنت کے راستے پر چلیں تاکہ اُن نتائج و عواقب سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ جو اللہ نے اپنے باغیوں کے لئے مقدر کر رکھے ہیں،

وما علینا الا البلاغ یھدی ان یشا الی صراط مستقیم۔

جلسہ دستار بندی

مغربی پاکستان کی مشہور معروف دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر کا پندرھواں سالانہ جلسہ دستار بندی بتاریخ یکم ۲، ۳ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۶، ۷، ۸ نومبر ۱۹۶۴ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں مشاہیر علماء کرام و صوفیاء عظام شرکت فرماوینگے تمام اہل اسلام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ جلسہ کی تاریخیں نوٹ فرمالیں اور شرکت فرماکر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔ والسلام

محمد شفیع غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر

انجمن اہلسنت والجماعت (رجسٹرڈ) شیخوپورہ

کے زیر اہتمام مورخہ ۱۲ اگست بروز بدھ بعد از نماز عشاء چوک جہانگیر بازار شیخوپورہ میں عظیم الشان تبلیغی جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں مقامی علماء کے علاوہ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر فرماوینگے۔ خواتین کے لئے پردہ کا خاص انتظام ہوگا

بشیر الدین سکرٹری انجمن اہل سنت والجماعت (رجسٹرڈ) شیخوپورہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پندرہ دن

از محمد عثمان غنی بی اے، واہ کینٹ

سفرِ سندھ و کراچی، دین پور شریف وغیرہ کے دوران جو واقعات سنائے گئے اُن کا تاریخی ریکارڈ

صدقہ خیرات زکوٰۃ دینے والوں کا مال ضائع نہیں ہوتا

حاجی مولا بخش صاحب سومرو سابق وزیر بحالیات مرکزی کابینہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ سنایا کہ حضرت! ایک عجیب واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے اور فرمایا کہ میرے بچوں کا اور بڑے بھائی خان بہادر حاجی اللہ بخش سابق وزیر اعظم سندھ کے بچوں کی شادی تھی۔ میرے گھر کے لوگ مری پہاڑ پر جاتے ہوئے لاہور میں کچھ زیور بننے کے لیے دے گئے۔ بڑے بھائی مرحوم کے ہاں کسی کی وفات ہوگئی تو میں نے اپنے گھر والوں کو تار دیا کہ مری سے جلد واپس آئیں۔ جب واپسی کے لیے لاہور آئے اور زیورات والی دکان پر گئے تو اس سے کہا جس قدر زیور بن چکے ہیں وہ ہمیں دیدیں اور بقیہ ہمارا سونا ہمیں واپس کر دیں چنانچہ سونا، زیور اور جو ان کے پاس نقدی تھی وہ میری بیوی کے پرس میں رکھی ہوئی تھی اور وہ کوئی چیز خریدنے کے لیے انار کلی گئے وہاں خدا کی قدرت کہ بیوی کا پرس (بٹوہ) گر گیا۔ انار کلی میں کوئی چیز خریدنے کے بعد میری بیوی کار میں بیٹھی اور اس نے اپنی رانوں پر پرس رکھا اور دروازہ کار کا بند کیا۔ نرم کپڑوں کی وجہ سے پرس نیچے گرتے ہوئے پتہ نہ چلا اور کار چل پڑی۔ آگے جا کر جب دیکھتے ہیں کہ پرس نہیں ہے تو بڑی پریشانی ہوئی کہ سب پیسہ، سونا، زیور وغیرہ اسی میں تھا چنانچہ لاہور کے ایک بہت نامی گرامی ہندو وکیل کی لڑکی کا پاؤں اس پر پڑا اور اس نے اٹھا لیا اور گھر جا کر اپنی والدہ کو بٹوہ دیا اور یہ واقعہ سنایا۔ اس کی والدہ نے کہا شام کو تمہارے پتا جی آئیں گے تو وہ کھولیں گے ہم نہیں کھولتے۔ چنانچہ رات کو وکیل صاحب گھر آئے تو انہوں نے پرس کو کھولا۔ اس میں سونا زیورات اور سو سو روپے کے کافی تعداد میں نوٹ تھے ان کے ساتھ ایک تار بھی رکھا تھا جو حاجی صاحب نے شکار پور سے اپنے گھر والوں کو واپس بلانے کے لیے مری بھیجا تھا اس میں لکھا تھا۔ ''COME BACK'' اور نیچے لکھا تھا ''مولا بخش شکار پور'' وکیل صاحب نے اسی پتہ یعنی ''مولا بخش شکار پور'' پر تار دے دیا کہ پرس ہمارے پاس محفوظ ہے حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولا بخش شکار پور میں کئی ہیں مگر خدا کا کرم یہ ہوا کہ وہ تار مجھے ہی ملا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میرے بیوی بچے میرا مذاق اڑاتے رہے کہ بابا ہمیں بٹھا کر یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ جو خدا کا حق نہ رکھے یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا کرے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اب اللہ نے ایسا کیا کہ تار میرے ہی پاس پہنچ گیا اور میں بچوں کو اسٹیشن پر لینے کے لیے گیا تو پوچھا کہ پرس کہاں گیا؟ میری بیوی بچے میرے گلے پڑ گئے کہ پرس تو آپ کے پاس ہے۔ میں نے ان سے کہا مجھے یہ تو بتاؤ کہ بات کیا ہوئی ہے؟ انہیں کچھ پتہ نہیں تھا۔ یہی کہا کہ لاہور میں پرس کہیں گر گیا ہے۔ حاجی صاحب نے جوابی تار ہندو وکیل کو بھیج دیا کہ پرس محفوظ رکھیں ہم منگوا لیں گے۔ حاجی صاحب کہنے لگے بیوی بچوں کو میں نے تار دکھایا کہ جو خدا کا حق زکوٰۃ صدقات وغیرہ ادا کر دے اس کی رقم ضائع نہیں ہوتی۔ پہلے وہ میرا مذاق اڑاتے رہے پھر میں نے جی بھر کے ان کو شرمندہ کیا اور کہا کہ ہم لوگ زکوٰۃ چونکہ ادا کرتے ہیں اس لیے ہمارا کچھ گم نہیں ہوگا۔ سو پرس میں ساری چیزوں سمیت بسلامت مل گیا۔

۲۶۔ گم شدہ کار پہلے سی اچھی حالت میں واپس مل گئی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فدائی اور مخیر انسان حاجی شفیع اللہ صاحب کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے واقعہ سنایا کہ میری کار کچھ لوگ کرائے پر لے گئے اور حیدر آباد پہنچ کر میرے ملازم ڈرائیور کو کسی بہانے سے نیچے اتارا اور خود کار بھگا کر لے گئے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاہور پہنچا اور دعا کی درخواست کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرما دی اور میں پولیس کے پاس رپورٹ درج کرا کے خاموش ہوگیا۔ خدا کا کرنا کہ چودہ ماہ بعد جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا مجھے اطلاع آئی کہ آپ کی کار مل گئی ہے آ کے لے جائیے میں نے جب کار دیکھی تو وہ پہلے سے بھی اچھی حالت میں تھی در اصل جن لوگوں نے وہ کار ہتھیائی تھی۔ انہوں نے کافی عرصہ اسے غائب رکھا اور اس کے ٹائر ٹیوب بھی نئے ڈال دیئے بعض گھسے ہوئے پرزے بھی بدل دیئے اور اتنا عرصہ گذرنے کے بعد ابھی کار گیراج سے نکالی ہی تھی کہ پولیس نے پکڑ لی اور مجھے پہلے سے بھی اچھی حالت میں کار واپس مل گئی۔

۲۷۔ گیا ہوا مال واپس مل گیا

ایک دفعہ میں نے اخبار میں پڑھا کہ فیروز سنز والوں کے پاس ایک بڑی رقم چوری ہوگئی اور ان کا گھریلو ملازم چوری کر کے اپنے وطن قبائلی علاقہ کی طرف چلا گیا۔ ہاں وہ سالم ٹیکسی لے کر اپنے گاؤں کی طرف جانے لگا تو اس کی حیثیت وغیرہ دیکھ کر پولیس والوں کو شک ہوا۔ اس نے پوچھ گچھ کی اور ذرا دھمکی دی تو اس نے صاف بتلا دیا کہ میں نے فیروز سنز لمیٹڈ لاہور سے یہ رقم چوری کی ہے۔ رقم غالباً چالیس پینتالیس ہزار روپیہ تھی تفصیل اس کی یہ لکھی ہوئی تھی۔ کہ ان کا گھریلو ملازم جو روزانہ دفتر پیچھے سے چابیاں لا کر منیجر صاحب کے تکیے کے نیچے رکھ دیا کرتا تھا اور صبح جا کر دفتر والوں کو دے دیا کرتا تھا۔ ملازم پرانا اور معتمد تھا اس لیے کبھی اس سے بے اعتمادی کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا اس کی نیت جو بگڑی اس نے مالکوں سے گھر جانے کی چھٹی مانگی۔ انہوں کہا کام کون کرے گا۔ تو اس نے کہا میں اپنی جگہ ایک آدمی دے جاؤں گا۔ ایک رات چابیاں اس نے اپنے پاس ہی رکھیں اور تجوری میں سے ساری رقم نکال کر سوٹ کیس میں بھر لی۔ اس نے اپنے گھر جانے کے لیے ٹیکسی لی ہی تھی کہ کسی پولیس مین کو شک گذرا تو اس نے پکڑ لیا۔ بعد میں اپنے ہیڈ کوارٹر لے گیا۔ انہوں نے نوکر سمیت یہ ساری رقم اپنے کسی معتمد افسر کے ہاتھ لاہور بھجوائی اس نے جا کر فیروز سنز والوں سے پوچھا آپ کی رقم کوئی چوری ہوئی ہے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پولیس افسر نے پھر کہا کہ آپ تحقیق تو کریں تو انہوں نے کہا نہیں ہماری کوئی چوری نہیں ہوئی۔ جب نوکر لا کر سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا نوکر تو ہمارا ہی ہے اور جب انہوں نے سیف کھول کر دیکھا تو واقعی رقم اس میں تھی ہی نہیں اور ادھر بھلے سے پہلے اُدھر وہ گرفتار ہوگیا۔ جو لوگ اللہ اور رسول ؐ کے حکم کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور زکوٰۃ صدقات وغیرہ ہمیشہ دیتے رہتے ہیں انہیں کسی قسم کا ڈر یا نقصان نہیں ہوتا۔

۲۸۔ ایک لطیفہ

ایک دفعہ دیوبند میں سیر کے لیے جنگل کی طرف گیا۔ وہاں گھاس کافی بڑی بڑی تھی۔ میری پنڈلی پر کوئی چیز چڑھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں نے خیال کیا گھاس زیادہ ہے شاید وہی لپٹ گئی ہو۔ جب آنکھ اٹھا کے دیکھا تو سانپ اوپر کی طرف چڑھا چلا آرہا تھا۔ میں نے پاؤں کو جھٹکا دیا تو وہ دور جا گرا اور قریب ہی دیہاتی لوگ کام کر رہے تھے۔ ان کی لاٹھی لے کے میں نے اس کو جان سے مار دیا۔ جب دیہاتیوں نے سانپ مرا دیکھا تو میرے سر ہو گئے وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر سانپ کو مارا جائے

تو نر اور مادہ دونوں کو مارا جائے اگر دونوں میں سے ایک کو مارا جائے تو دوسرا مارنے والے یا قریب رہنے والے کا جانی دشمن بن جاتا ہے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ تم نے ایک کو تو مار دیا دوسرا ہمارے بچوں کو کاٹ کھائے گا دوسرا مار کے جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھے دکھلاؤ میں مار دیتا ہوں ورنہ نکلے گا تو مار دوں گا۔ وہ ہندو تھے، بڑے بُزدل، کہنے لگے، نہیں خود ہی ڈھونڈو اور ابھی مار کے جاؤ۔ میں نے کہا میں مدرسے میں باب الظاہر میں رہتا ہوں جب نکلے مجھے بلا لینا چنانچہ تین چار روز کے بعد انہوں نے آ کے اطلاع دی وہ سانپ اکثر نکلتا ہے اور ہمارے بچوں کے پیچھے بھاگتا ہے تم لوگ آ کے مار دو۔ چنانچہ میں بھی گیا اور ایک دو ساتھی میرے ساتھ چلے گئے۔ کافی تلاش کیا۔ پہلے تو کوئی ملا ہی نہیں پھر ایک چھوٹا سا درخت ہے جس کی جڑ میں وہ کہتے تھے کہ یہاں رہتا ہے۔ انہوں کچھ لوہے کی چیزیں دیں جن سے اندر کھودنا شروع کیا۔ ایک جگہ سانپ کی دم نظر آئی۔ میرے ساتھیوں نے پکڑ کے کھینچا تو اس کی دم ٹوٹ گئی۔ پھر مزید کھدائی کی اور اسے سر تک دھڑ وغیرہ سب کچل کے رکھ دیا۔

۲۹- گم شدہ بیٹا مل گیا

ایک آدمی کہیں دور دراز سے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور ہم نے ملا دیا۔ اس نے عرض کی کہ میرا بیٹا دو ڈھائی برس سے نہیں مل رہا۔ خدا معلوم زندہ ہے یا مر گیا۔ آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہے کہ نہیں؟ حضرت نے تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ زندہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ حضرت! میں اسے کس طرف تلاش کرنے کے لیے جاؤں؟ آیا پشاور کی طرف یا کراچی کی طرف یا کوئٹہ کی طرف؟ حضرت نے تھوڑی مراقبے کے بعد ارشاد فرمایا "کراچی کی طرف"۔ چنانچہ وہ بےچارہ چلا گیا اور پانچ روز کے بعد اپنے بیٹے کو لے کر صبح درس کے بعد حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ میں جب کراچی جا رہا تھا تو حیدرآباد سٹیشن پر پہنچے اترا تو وہاں اتفاقاً مجھے ایک دکان پر مل گیا اور وہیں سے اسے واپس لے آیا ہوں۔ اب آپ دعا فرمائیں اور اس کو بھی تلقین فرمائیں کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے

۳۰- فراستِ مومن

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں وہ موتی ملتے ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں مل سکتے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نام کی برکت اور توجہ دینے سے مجھے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ اس چیز میں نور ہے یا ظلمت۔ یہ حلال ہے یا حرام۔ اور یہ بھی کہ فلاں شخص کے دل میں ایمان ہے، کس درجے کا، اور اگر کفر ہے تو کس درجے کا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے نام کی بڑی برکات ہیں ان میں ایک یہ بھی اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے کہ اگر کسی کافر کی شکل صورت لباس، وضع قطع مسلمان کی بنا دی جائے تو میں بتلا سکتا ہوں کہ هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا۔ یہ بے ایمان ہے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے ہمیں کسی کی وضع قطع اور ظاہری لباس دھوکے میں مبتلا نہیں کر سکتا۔ ہم حقیقت کا اندازہ اللہ کے نام کی مدد سے کر سکتے ہیں مثال کے طور پر فرماتے تھے کہ اگر کسی کافر کو داڑھی رکھا کر، مونچھیں کٹا کر، کلاہ اور دستار پہنا کر صرف فوٹو میرے سامنے رکھ دیا جائے تو میں ان شاء اللہ بتا دوں گا کہ هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا۔ اسی طرح اگر کسی مومن مسلمان کی وضع قطع، شکل و شباہت کافر کی بنا دی جائے مثلاً داڑھی منڈا دیں، چُٹیا یا اس کے سر پر سکھوں والے کیس اور بال یا ہیٹ، کوٹ، ٹائی وغیرہ لگا کر صرف تصویر مجھے دکھلا دی جائے تو میں خدا کے فضل و کرم اور اسکے نام کی برکت سے ایک سیکنڈ سے پہلے بتلا دوں گا۔ کہ هٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کسی چیز کی حلت و حرمت اور نور و ظلمت معلوم ہونے کا تعلق علم غیب سے نہیں یہ تو محض خدا کے فضل و کرم اور چالیس سالہ شیخ کی صحبت میں بیٹھے، محنت ریاضت مجاہدہ وغیرہ کوششوں کے بعد اگر اللہ تعالیٰ اپنے نام کی برکت سے کوئی نعمت عطا فرما دیں تو یہ علم غیب نہیں ہو جائے گا۔ علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ بلا حیلہ بلا وسیلہ، بلا ذریعہ جو چیز حاصل ہو اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور ہمیں جو کچھ اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں، وہ وسائل ذرائع، محنت، ریاضت سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں جہاں عارضی طور پر قیام تھا وہاں سے مسجد نبوی جا رہے تھے راستے میں کچھ آدمیوں کے پاؤں کے آثار نظر آئے ان سے ذرا پیچھے ایک اور شخص کے پاؤں کے نشانات دکھائی دیئے۔ حضرتؒ نے اس اثرِ قدم پر توجہ دینے کے بعد فرمایا کہ اس شخص کے قلب میں ایمان نہیں۔ مجھے ذرا شک اور تردد ہوا۔ یہاں تو سب حاجی آتے ہیں جن کے گناہ حج کرنے کے ساتھ ہی معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے دل کو تشویش ہوئی تو حضرت کو مسجد میں چھوڑ کر میں نے ان آثارِ قدوم کا پیچھا کیا تو وہ لوگ جنت البقیع کی جانب جا رہے تھے میں ان کے پیچھے پیچھے خود بھی جنت البقیع میں پہنچا۔ وہاں جا کے کیا دیکھتا ہوں کہ چار پانچ ایرانی ایک طرف کھڑے کچھ پڑھ رہے تھے اور ایک ایرانی ان سے علیحدہ کھڑا ہے۔ وہ قدم جو پیچھے دکھائی دے رہا تھا وہ اسی کا تھا جس کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا کہ اس کے قلب میں ایمان نہیں ہے میں نے دیکھا کہ وہ شخص فارسی میں نیم بلند آواز میں حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ کو دعائیں دے رہا ہے اور ساتھ ہی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے حق میں بھی اسی طرح والہانہ محبت کا اظہار اور ان کی شان میں بھی بڑے اچھے کلمات کہہ رہا ہے مگر ساتھ ساتھ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو غاصب کہہ رہا اور نہایت نازیبا جملے اور گستاخانہ کلمے کہہ رہا ہے

اللہ والوں کی وائرلیس

ایک دفعہ حج میں گرمی کی وجہ سے میدانِ عرفات میں کثرت سے اموات واقع ہوئیں۔ والدہ مرحومہ نے جب یہ اخباری خبر سنی تو انہیں مولانا حبیب اللہ صاحب کی سخت فکر لاحق ہوئی۔ اتنی زیادہ کہ کھانے پینے اور آرام وغیرہ کو ترک کر دیا۔ لیکن حضرتؒ پورے طور پر مطمئن تھے۔ ہماری والدہ نے ایک روز عشاء کی نماز کے بعد جو آئے تو ان سے کہا کہ مجھے اتنی پریشانی ہے اور آپ آرام کرتے کھاتے پیتے اور بڑے مطمئن نظر آتے ہیں حضرتؒ نے فرمایا ہمیں اللہ نے اطمینان بخشا ہے کیوں نہ آرام کریں۔ اور کھائیں پیئیں۔ والدہ نے کہا کہ مجھے بھی مطمئن کرو اور میرے رنج و غم کو کم کرو۔ حضرتؒ نے فرمایا کس طرح تمہیں اطمینان ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جوابی تار بھی دیا ہے اس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں اور مجھے تو فکر ہونا ہی چاہیئے کم از کم مجھے یہ تو پتہ چلے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ زندہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس وقت کیا کر رہا ہے؟ حضرت نے فرمایا اس وقت وہ آرام کر رہا ہے اور اسی طرح دوسرے دن عشاء کی نماز کے والدہ نے پوچھا کہ کیا کر رہا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت فلاں کام میں مصروف ہے علیٰ ہذا القیاس اکثر و بیشتر پوچھتی رہتیں حضرت انہیں فرماتے رہتے۔ ڈھائی تین ماہ بعد جب عمرے پر جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے دن اور تاریخیں نوٹ کی ہوئی تھیں اور ان سے یہ بتلائے بغیر ان دنوں کے اُس وقت کے مشاغل وغیرہ معلوم کئے تو وہ سب باتیں اسی طرح ٹھیک نکلیں جس طرح حضرتؒ نے فرمائی تھیں۔ بعد میں ہم نے اُن کو بتایا کہ یہ صورتِ حال پیش آئی اور اس میں حضرتؒ نے فلاں فلاں دن یہ بتلائی تھی جس کی آپ کی زبان سے تصدیق ہو گئی ہے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جو روحانی وائرلیس ہے وہ تمہاری اس وائرلیس سے بہت زیادہ تیز ہے۔ اس میں تو کچھ وقت صرف ہوتا ہے مگر ہماری وائرلیس میں ایک منٹ بھی خرچ نہیں ہوتا اور فوراً جواب آ جاتا ہے۔

ہدیے اور تحفے

کام چوری بد دیانتی اور رشوت خوری جیسی مہلک بیماریاں آج ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہ وبا عام نہ ہو۔ عہد نبویؐ میں اگرچہ اس قسم کی گھناؤنی بیماریاں ناپید تھیں، لیکن کتب احادیث کی ورق گردانی کے بعد بعض ایسے جزوی واقعات ضرور ملتے ہیں جن سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ داعیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، معاشرے کو اس قسم کی مہلک بیماریوں سے بچانے کے لیے کس قدر احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے تھے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مشہور صحابی ابن لُتَیبہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لیے مامور کیا مگر جناب ابن لُتَیبہؓ جب یہ خدمت انجام دے کر آئے تو انہوں نے کچھ رقم الگ کر کے یہ بتایا کہ یہ مال بطور ہدیہ مجھے ملا ہے —— ہدیہ لینا اور دینا اگرچہ ایک مستحسن فعل ہے مگر سرکاری عہدہ داروں کو ان کے منصب اور عہدے کی بناء پر جو ہدیہ ملتا ہے وہ ان کی ذاتی ملکیت ہے یا نہیں اس کی وضاحت ضروری ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "تم اپنے گھر بیٹھے رہے تو یہ ہدیہ تمہیں کیوں نہیں ملا" مطلب یہ ہے کہ عہدہ داروں کو ہدیہ تو عہدے کی وجہ سے ملتا ہے۔ اس کو ذاتی ملکیت بنانا کس طرح درست ہے؟

بظاہر یہ واقعہ غیر معمولی نوعیت کا معلوم نہیں ہوتا لیکن انجام و عواقب کے لحاظ سے کافی اہم اور نتیجہ خیز ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ پر ایک خصوصی خطبہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللّٰہُ فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ ھٰذَا مَالُکُمْ وَھٰذَا ھَدِیَّۃٌ وَاللّٰہِ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّہٖ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَہٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَۃً لَّھَا خُوَارٌ اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رُئِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ۔

(بخاری شریف)

ترجمہ میں تم میں سے کسی کو ان امور پر جو خدا تعالیٰ نے میرے ذمہ کیے ہیں عامل بنا کر بھیجتا ہوں۔ مگر وہ آکر مجھے کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ ملا ہے۔ بہتر تھا کہ یہ شخص اپنی ماں اور اپنے باپ کے گھر بیٹھ رہتا اور وہیں اس کا ہدیہ بھی آتا۔ قسم ہے خدا کی تم میں سے جو بھی اپنے حق کے بغیر کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن وہ خدا سے اس حال میں ملے گا۔ کہ وہ چیز اس پر سوار ہو گی میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کون خدا سے اس حال میں ملے گا کہ بولتا ہوا اونٹ اس پر سوار ہوگا یا آواز کرتی ہوئی گائے یا بکری اس پر سوار ہو گی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اونچے اوٹھائے کہ آپ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ آپ فرما رہے تھے۔

اے اللہ میں نے تیرا حکم پہنچا دیا

کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ خطبہ احادیث کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے سرکاری ملازمین کی جانچ اور ان کے فرائض منصبی کی دیکھ بھال سے غفلت برتنے کا جو مہلک نتیجہ ہو سکتا ہے وہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قتل و غارت، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی الغرض وہ کونسا قبیح فعل ہے جس کی بہتات اور کثرت نہیں حکومتیں عوام پر ٹیکس لگا کر بڑے بڑے منصوبے بناتی ہیں — ایک ایک منصوبے پر کروڑ ہا روپیہ صرف کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر کامیاب شاید ہی کوئی منصوبہ ہوتا ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ لوگ پُر فریب انتخابی وعدوں اور الیکشن سٹنٹ چلا کر سادہ لوح عوام پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ ملک و قوم کی فلاح و بہبود اور اسلام کو برسر اقتدار لانے کا کوئی مقصد ہی ان کے مدِ نظر نہیں ہوتا۔ قرآن اور اسلام کا مقدس نام لے کر دنیا کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ انجام کار عوام کی حالتِ زار کا نقشہ یہ ہوتا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ملک و قوم کی تعمیر میں حکمران طبقہ دراصل معمار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی بھول چوک اور ذرا سی غلطی بڑے مہلک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں ان پر احتساب اور تنقید کی گرفت زیادہ تیز کر دی جاتی ہے۔

ہدیہ اور تحفے کی بات تو ایک طرف یہاں تو مسلم کے سینوں میں اسلامی اقدار کی امانت ہی خطرے میں ہے۔ مذکورہ بالا خطبہ میں دراصل انسانی معاشرے کی اسی کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مصلحت پرستی اور چشم پوشی کا جو مرض ہمارے معاشرہ کو تباہ کر رہا ہے اسلام میں اس کے لیے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے قانون کی نظر میں یہاں حکمران اور عوام برابر ہی نہیں۔ بلکہ حکمران طبقہ زیادہ بے بس ہے۔ دیکھیے حضرت معاذ بن جبل ایک سفارت کے موقعہ پر مسلمان حکمران کی ان الفاظ میں تعریف کرتے ہیں "اے اہل عجم تم کو اس پر ناز ہے کہ تم ایسے شہنشاہ کی رعایا ہو جس کو تمہارے جان و مال کا اختیار ہے۔ لیکن ہم نے جس کو اپنا حکمران بنا رکھا ہے وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اگر وہ زنا کرے تو درّے لگائے جائیں۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں وہ پردے میں نہیں بیٹھتا۔ اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا۔ مال و دولت میں اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں (الفاروق)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے دنیا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

افسوس کہ آج ان اصول و نظریات کو دلچسپ انداز میں بیان تو کیا جاتا ہے ہر اسٹیج سے نشر و اشاعت بھی زور شور سے ہوتی رہتی ہے اصلاح معاشرہ کے دلفریب وعادی اخبارات میں نظروں سے گزرتے ہیں۔ مگر بدنیتی اور عملی فقدان کے باعث ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہے۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے اسلامی نظام حیات کو عملی طور پر پیش کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام انسانی زندگی کا بہترین اور قابل قدر عملی فارمولا ہے۔ جس کی ساری خوبیاں اسی وقت ظاہر ہو سکتی ہیں جب ہم اسے عمل کی کسوٹی پر رکھیں گے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رباعی

حاسد اگر تجھ پہ حسد کرتا ہے
کر صبر کہ وہ کارِ بد کرتا ہے
اپنی پستیوں کو کر رہا ہے محسوس
تیری بلندیوں سے کد کرتا ہے

فضائلُ القرآن

از مولوی قاری حافظ محمد عبدالحفیظ خطیب جامع مسجد گتہ فیکٹری راہوالی۔ گوجرانوالہ

(قرآن مجید کے فضائل و خصائص میں ایک بے مثال اور مبسوط کتاب جو رسالہ خدام الدین میں قسط وار شائع ہوتی رہے گی اور فضائل القرآن مسمّٰی بہ "تحفۃ الرحمٰن" حصہ دوم کے نام سے موسوم ہے اردو زبان میں اس موضوع پر آج تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے یہ کتاب چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں کئی فصلیں ہیں اس کتاب میں پہلے حدیث کا متن پھر ترجمہ پھر تشریح ہے درحقیقت بہت دلچسپ اور نہایت مفید کتاب ہے ہر مسلمان کو اس کا پڑھنا بہت ہی ضروری ہے اس کی کتابت ہو چکی ہے مگر ابھی تک یہ کتاب اس وجہ سے طبع نہ ہو سکی کہ اس پر دو ہزار روپیہ خرچہ آتا ہے اور ادارے کے پاس اتنی رقم نہیں کہ اس پر صرف کر سکے اب کوئی سادت مند ہی اس کو طبع کرا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک دل عاشقِ قرآن کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ اسے چھپوا کر ہر خاص و عام کو اس سے مستفید فرمائے۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

قرآن مجید سے خطاب

ضیاء و نور کا اِک آفتاب زرفشاں ہے تو
تجلّی گاہِ حق روشن گر ہر دو جہاں ہے تو
حقیقت میں تو انوارِ الٰہی کا خزینہ ہے
تلاوت سے تیری ملتا سدا دل کو سکینہ ہے
ہدایت کا تو اِک بہتا ہوا چشمہ ہے نورانی
خدا کی مہربانی کا تو اِک تحفہ ہے لاثانی
فصاحت میں بلاغت میں تو ہے بے مثل بے ہمتا
ملاحت میں حلاوت میں تیرا ثانی نہیں ملتا
یقین و معرفت کا معدن و مخزن ہے پُرحکمت
سعادت خیر و برکت کا تو نوشتہ سراسر رحمت
صداقت میں عدالت میں تو اصدق اور اعدل ہے
شرافت میں فضالت میں تو اشرف اور افضل ہے
جمالِ حُسنِ ظاہر میں تو احسن اور اجمل ہے
کمالِ حُسنِ باطن میں تو احسن اور اکمل ہے
تیرا ہر لفظ پُر حکمت ہے پُراسرار و پُر معنی
تیرا ہر حرف پُر شوکت ہے پُرانوار و دُردانہ
علوم ظاہر و باطن کا اک دریا ہے بے پایاں
حقائق کا دقائق کا ہے اِک صحرا ہے پھیلا
نہیں کچھ انتہا تیرے عجائب خوب منظر کی
نہیں کچھ انتہا تیرے لطائف روح پرور کی
خدا کے فضل رحمت کا سفینہ ہے تو لاثانی
خزینہ علم و حکمت کا ہے ہو سکتا نہیں فانی
بہاتے ہر طرف دنیا میں علم و فیض کے دریا
ہوئی بنجر زمین سرسبز گلشن بن گیا صحرا
تری رعنایاں زیبائیاں سب سے نرالی ہیں
ادائیں سب تری اللہ کو بے حد پیاری ہیں
سخاوت کا قناعت کا علم تو ہی نے لہرایا
شجاعت کا شہادت کا سبق تو ہی نے دہرایا

بیاں احقر سے ہو کیونکر ترے اوصاف اعلیٰ کا
ہو افضل کیوں نہ تو سب سے کلام ہے ربِّ اعلیٰ کا

باب اوّل

قرآن مجید کے اسماء وغیرہ کا بیان

(فصل اوّل)

۱- قرآن مجید کا ذاتی نام

قرآن مجید اللہ عزّوجلّ کی اُس بزرگ و مقدس کتاب کا مبارک و پیارا نام ہے جو جناب آقائے نامدار حبیب کردگار سرور عالم فخر اولادِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یوں تو قرآن مجید کے بیشمار نام کلام اللہ شریف اور احادیث نبویہ میں بیان ہوئے ہیں مگر وہ سب صفاتی نام ہیں اس کا ذاتی نام قرآن کا پیارا و محبوب لفظ ہے جس کو ساتوں آسمان و زمین والے انس و جن ملک ہر خاص و عام بطور علم کے جانتے ہیں۔

۲- قرآن کی وجہ تسمیہ

قرآن مصدر ہے جس کے ساتھ خاص کر خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب موسوم کی گئی ہے اور جائز نہیں کہ کوئی دوسری کتاب اسکے ساتھ نامزد کی جائے قرآن کے لغوی معنی میں علماء کا بہت اختلاف ہے لغت کے ایک جلیل القدر امام زجاجؒ اور بہت سے دوسرے اکابرین کہتے ہیں کہ قرآن "فُعْلَان" کے وزن پر اسم صفت ہے اور "قرء" سے مشتق ہے جسکے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ کہتے ہیں "قَرَأْتُ الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ" یعنی جَمَعْتُہٗ میں نے پانی کو حوض میں جمع کیا امام ابو عبیدہؒ کا قول ہے "کلام الٰہی کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا کہ اس نے سورتوں کو باہم جمع کیا ہے" اور علامہ راغبؒ اصفہانی فرماتے ہیں "ہر ایک جمع کو یا ہر ایک کلام کے مجموعہ کو قرآن ہرگز نہ کہا جائے گا اور کتاب اللہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس نے زمانہ ماسبق کی نازل شدہ (آسمانی) کتابوں کے تمام ثمرات جمع کر لئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نام رکھنے کی وجہ اُس کا تمام اقسام علوم کو اپنے اندر فراہم کر لینا ہے۔

۳- قرآن کو مجید کہنے کی وجہ تسمیہ

قرآن کو مجید کہنے کی وجہ تسمیہ اس کا شرف و بزرگی اور عظمت و بڑائی اور خیر و برکت ہے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی مشہور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ "مجید" نام رکھنے کا سبب اُس کا شرف ہے۔

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝ (سورہ ق) ترجمہ: قسم ہے قرآن بزرگ کی۔

علامہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ سے "وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ" کی تفسیر "الکَرِیْم" یعنی بزرگ نقل کی ہے جامع البیان میں ہے کہ "وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ" قسم ہے قرآن مجید کی۔ جس کو سب کتابوں پر مجد و شرف حاصل ہے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے بہتر و افضل کوئی چیز نہیں ہے ....

لوح محفوظ میں اس کا یہی نام ہے۔

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے۔ "بَلْ ہُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝"

ترجمہ: بلکہ وہ قرآن ہے بزرگ لوح محفوظ میں

۴- قرآن مجید کے صفاتی نام

قرآن مجید اپنی صفات کمالیہ و اوصاف جمالیہ کے اعتبار سے سینکڑوں اسماء و القاب سے نامزد کئے جانے کا مستحق و سزاوار ہے خود کلام اللہ شریف میں اسم قرآن کے علاوہ اس کے بہت سے صفاتی اسماء و القابات مختلف سورتوں میں متفرق طور پر حسب موقع و محل وارد ہوئے ہیں اور یہ ایک ناقابل تردید شہادت اور حقیقت ہے کہ کسی ذات کے ناموں کی زیادتی و کثرت بھی مسمّٰی کے عزّ و شرف، مجد و بزرگی اور فضیلت و برتری پر ایک شاہد عادل ہے اور یقینی طور سے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بہت سے اوصاف جمیلہ کے ساتھ منسوب یہ ذات ایک نہایت ہی بلند پایہ، عالی قدر، اور عظیم المرتبت اور بزرگ ترین شخصیت کی مالک ہے:

قرآن مجید کے صفاتی نام
(قرآن مجید میں)

جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اتقان فی علوم القرآن" میں لکھا ہے کہ ابوالمعالی عزیزی بن عبدالملک اپنی کتاب "البرہان" میں لکھتا ہے کہ

جاننا چاہیئے کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب کے پچپن ۵۵ نام بدیں تفصیل رکھے ہیں۔

سیوطی نے پھر وہ سب نام ترتیب وار بیان کئے ہیں۔ ہمارے زمانے کے ایک محقق نے اپنے ایک رسالہ المسمّٰی بہ "اسماء الفرقان الموسوم بہ القاب القرآن" میں قرآن مجید کے چھپن ۵۶ نام مرقوم فرمائے ہیں مگر درحقیقت کلام اللہ شریف میں قرآن مجید کے اسماء والقاب بہت زیادہ وارد ہوتے ہیں اور عمیق نظر ڈالنے سے ان تمام اسماء والقاب کا پتہ چلتا ہے چنانچہ احقر نے کافی غور وخوض کے بعد سو ۱۰۰ سے کچھ زائد صفاتی نام دریافت کئے ہیں جن کی تفصیل باعتبار حروف تہجی درج ذیل ہیں۔

۱- اَحْسَنُ الْحَدِیْثِ ۔ ۲- اَحْسَنُ الْقَصَصِ ۳- اُمُّ الْکِتٰبِ ۴- اَمْرُ اللّٰہِ ۵- اٰیٰتٌ ۶- اٰیٰتُ اللّٰہِ ۷- اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ۸- اٰیٰتٌ مُّبَیِّنٰتٌ ۹- اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ۱۰- بُرْھَانٌ ۱۱- بُشْرٰی ۱۲- بَشِیْرٌ ۱۳- بَصَآئِرُ ۱۴- بَلٰغٌ ۱۵- بَیَانٌ ۱۶- بَیِّنَۃٌ ۱۷- تِبْیَانٌ ۱۸- تَذْکِرَۃٌ ۱۹- تَصْدِیْقٌ ۲۰- تَفْصِیْلٌ ۲۱- تَفْصِیْلُ الْکِتٰبِ ۲۲- تَنْزِیْلٌ ۲۳- حَبْلُ اللّٰہِ ۲۴- حَدِیْثٌ ۲۵- حَقٌّ ۲۶- حُکْمًا عَرَبِیًّا ۲۷- حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ ۲۸- حَکِیْمٌ ۲۹- ذِکْرٌ ۳۰- ذِکْرُ اللّٰہِ ۳۱- ذِکْرُ الْحَکِیْمِ ۳۲- ذِکْرُ الرَّحْمٰنِ ۳۳- ذِکْرٰی ۳۴- ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ ۳۵- ذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ ۳۶- ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ ۳۷- ذِکْرٰی ۳۸- ذِی الذِّکْرِ ۳۹- رَحْمَۃٌ ۴۰- رِزْقُ رَبِّکَ ۴۱- رُوْحٌ ۴۲- زُبُرٌ ۴۳- شِفَآءٌ ۴۴- شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۴۵- صُحُفٌ مَّرْفُوْعَۃٌ ۴۶- صُحُفٌ مُّطَھَّرَۃٌ ۴۷- صُحُفٌ مُّکَرَّمَۃٌ ۴۸- صِدْقٌ ۴۹- صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۵۰- طَیِّبٌ مِّنَ الْقَوْلِ ۵۱- عَدْلٌ ۵۲- عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی ۵۳- عِلْمٌ ۵۴- عَلِیٌّ ۵۵- فُرْقَانٌ ۵۶- فَضْلُ اللّٰہِ ۵۷- قُرْاٰنٌ ۵۸- قُرْاٰنٌ حَکِیْمٌ ۵۹- قُرْاٰنٌ عَجَبٌ ۶۰- قُرْاٰنٌ عَرَبِیٌّ ۶۱- قُرْاٰنٌ عَظِیْمٌ ۶۲- قُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۶۳- قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۶۴- قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۶۵- قَصَصُ الْحَقِّ ۶۶- قَوْلٌ ۶۷- قَوْلٌ ثَقِیْلٌ ۶۸- قَوْلٌ فَصْلٌ ۶۹- قَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۷۰- قَیِّمٌ ۷۱- کِتٰبٌ ۷۲- کِتٰبُ اللّٰہِ ۷۳- کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ۷۴- کِتٰبٌ حَکِیْمٌ ۷۵- کِتٰبُ رَبِّکَ ۷۶- کِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۷۷- کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ۷۸- کِتٰبٌ مُّبٰرَکٌ ۷۹- کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۸۰- کِتٰبٌ مُّتَشَابِہٌ ۸۱- کِتٰبٌ مَّسْطُوْرٌ ۸۲- کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ ۸۳- کِتٰبٌ مُّفَصَّلٌ ۸۴- کِتٰبٌ مَّکْنُوْنٌ ۸۵- کِتٰبٌ مُّنَزَّلٌ ۸۶- کُتُبٌ ۸۷- قَیِّمَۃٌ ۸۸- کَلَامُ اللّٰہِ ۸۹- کَلِمَۃٌ ۹۰- کَلِمَۃُ رَبِّ ۹۱- لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۹۲- مَثَانِیْ ۹۳- مُصَدِّقٌ ۹۴- مُنَادِیْ ۹۵- مُھَیْمِنٌ ۹۶- مَوْعِظَۃٌ ۹۷- نَبَاٌ عَظِیْمٌ ۹۸- نَذِیْرٌ ۹۹- نِعْمَۃُ رَبِّ ۱۰۰- نُوْرٌ ۱۰۱- نُوْرٌ مُّبِیْنٌ ۱۰۲- وَحْیٌ ۱۰۳- ھَادِیْ ۱۰۴- ھُدًی۔

قرآن مجید کے ان سب ناموں میں زیادہ مشہور ومعروف نام "قرآن" ہی ہے ان سب ناموں کی تشریح وتوضیح ہم نے اپنی کتاب "فضائل القرآن مسمّٰی بہ تحفۃ الرحمٰن" حصہ اوّل میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۶- قرآن کا لفظ کلام اللہ شریف میں

قرآن کا پیارا ومحبوب لفظ کلام اللہ شریف میں ستر ۷۰ جگہ مختلف مواقع ومقامات میں آیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے۔

سورہ بقرہ - رکوع ۱/۲۳ - سورہ نساء، رکوع ۲/۱۱ - سورہ مائدہ - رکوع - ۳/۱۴ - سورہ انعام - رکوع - ۴/۲ - سورہ اعراف - رکوع - ۵/۲۴ - سورہ توبہ - رکوع ۶/۱۴ - سورہ یونس - رکوع - ۷/۴ - ۸/۴ - ۹/۴ - سورہ یوسف - رکوع - ۱۰/۱ - ۱۱/۱ - سورہ رعد - رکوع - ۱۲/۴ - سورہ حجر - رکوع - ۱۳/۱ - ۱۴/۶ - ۱۵/۶ - سورہ نحل - رکوع - ۱۶/۱۳ - سورہ بنی اسرائیل - رکوع - ۱۷/۱ - ۱۸/۵ - ۱۹/۵ - ۲۰/۵ - ۲۱/۶ - ۲۲/۹ - ۲۳/۹ - ۲۴/۹ - ۲۵/۱۰ - ۲۶/۱۰ - ۲۷/۱۲ - سورہ کہف - رکوع - ۲۸/۸ - سورہ طٰہٰ - رکوع - ۲۹/۱ - ۳۰/۴ - ۳۱/۶ - سورہ فرقان - رکوع - ۳۲/۳ - ۳۳/۳ - سورہ نمل - رکوع - ۳۴/۱ - ۳۵/۱ - ۳۶/۶ - ۳۷/۷ - سورہ قصص - رکوع - ۳۸/۹ - سورہ روم رکوع - ۳۹/۶ - سورہ سبا - رکوع - ۴۰/۴ - سورہ یٰسٓ - رکوع - ۴۱/۱ - ۴۲/۵ - سورہ ص - رکوع - ۴۳/۱ - سورہ زمر رکوع - ۴۴/۳ - ۴۵/۳ - سورہ حم السجدہ - رکوع - ۴۶/۱ - ۴۷/۴ - ۴۸/۵ - سورہ شوریٰ - رکوع - ۴۹/۱ - سورہ زخرف رکوع - ۵۰/۱ - ۵۱/۳ - سورہ احقاف - رکوع - ۵۲/۴ - سورہ محمدؐ - رکوع - ۵۳/۳ - سورہ ق - رکوع - ۵۴/۱ - ۵۵/۳ - سورہ قمر - رکوع - ۵۶/۱ - ۵۷/۱ - ۵۸/۲ - ۵۹/۲ - سورہ رحمٰن رکوع - ۶۰/۱ - سورہ واقعہ - رکوع - ۶۱/۳ - سورہ حشر - رکوع ۶۲/۳ - سورہ جن - رکوع - ۶۳/۱ - سورہ مزمل، رکوع ۶۴/۱ - ۶۵/۲ - سورہ قیامہ - رکوع - ۶۶/۱ - ۶۷/۱ - سورہ دہر رکوع - ۶۸/۲ - سورہ انشقاق ۶۹/۱ - سورہ بروج - رکوع - ۷۰/۱

۷- قرآن مجید کے صفاتی نام

(احادیث نبوی میں)

قرآن مجید کے اسماء والقاب احادیث میں بھی بہت سے بیان ہوئے ہیں احقر نے تیس سے کچھ اوپر نام اکٹھے کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱- اَحْسَنُ الْحَدِیْثِ ۲- اَحْسَنُ الْقَصَصِ ۳- اَحْسَنُ الْکَلَامِ ۴- اَصْدَقُ الْحَدِیْثِ ۵- اَمْرٌ ۶- ثِقْلٌ ۷- حَبْلُ اللّٰہِ ۸- حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ ۹- حَبْلُ اللّٰہِ الْمَمْدُوْدُ ۱۰- حَبْلُ الْمَمْدُوْدِ ۱۱- حُجَّۃٌ ۱۲- حَدِیْثٌ ۱۳- خَیْرُ الْحَدِیْثِ ۱۴- خَیْرُ الْکَلَامِ ۱۵- خَلِیْفَۃٌ ۱۶- ذِکْرُ الْحَکِیْمِ ۱۷- سَبَبٌ ۱۸- شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ ۱۹- شِفَآءٌ ۲۰- شِفَآءُ النَّافِعِ ۲۱- شَہِیْدٌ ۲۲- صِرَاطُ الْمُسْتَقِیْمِ ۲۳- عِصْمَۃٌ ۲۴- فُرْقَانٌ ۲۵- فَصْلٌ ۲۶- قُرْاٰنٌ ۲۷- کِتٰبٌ ۲۸- کِتٰبُ اللّٰہِ ۲۹- کَلَامُ اللّٰہِ ۳۰- مَأْدُبَۃُ اللّٰہِ ۳۱- [illegible] مُصَدِّقٌ ۳۲- مُصْحَفٌ ۳۳- نَجَاۃٌ ۳۴- نُوْرٌ ۳۵- نُوْرٌ مُّبِیْنٌ۔

فصل دوم

قرآن مجید کا نزول

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (سورہ قدر)

ترجمہ۔ بے شک ہم نے اُتارا ہے اس (قرآن) کو شب قدر میں۔

قرآن مجید کا نزول اوّل مرتبہ آسمان دنیا پر رمضان المبارک کے مہینہ میں شب قدر کو ہُوا اور پھر دوبارہ آسمان دنیا سے سوموار کے دن ۱۷ رمضان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تدریجاً نازل ہونا شروع ہُوا اور ۲۳ سال میں مکمل ہُوا۔

قرآن مجید کا نزول لیلۃ القدر میں کس طرح ہُوا۔

برادران اسلام! قرآن مجید کو دوسری آسمانی کتابوں پر منجملہ دیگر فضائل کے ایک فضیلت و فوقیت یہ بھی حاصل ہے کہ دوسری کتابیں تو پوری کی پوری ایک ہی مرتبہ نازل ہوئیں مگر قرآن مجید کا نزول دیگر آسمانی کتابوں کی طرح ایک بار نہیں ہُوا بلکہ وہ دوبار نازل ہُوا ہے۔

اوّل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے رمضان المبارک کے مہینہ میں چوبیس ۲۴ تاریخ کو لیلۃ القدر کی رات میں جس کو لیلۂ مبارکہ بھی کہتے ہیں تمام قرآن مجید پُورا کا پُورا لوح محفوظ سے نقل ہوکر آسمان دنیا پر اکٹھا اور ایک ہی مرتبہ نازل کیا گیا۔ اور بیت العزت نامی ایک مقام میں جو آسمان دنیا پر ایک مخصوص جگہ ہے رکھا گیا ہے۔ "شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ" (سورہ بقرہ) اور "اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ" سے یہی مراد ہے کیوں کہ دونوں جگہ "اِنْزَال" کا لفظ آیا ہے اور "اِنْزَال" کہتے ہیں ایک بار نازل کرنے کو۔ پس رمضان کے مہینہ میں اور لیلۃ القدر میں قرآن مجید تمام کا تمام ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اُترا۔

قرطبی کہتا ہے کہ مفسرین وعلماء کا اجماع ہے کہ وہ یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت میں اُترا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ "یہی قول صحیح اور معتمد ہے"۔ اور جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اسی قول کو اَصَحّ واَشْھَر کہا ہے اور تفسیر خازن، کشاف، مدارک وغیرہ معتمد تفاسیر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

دوم۔ پھر دوبارہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے تو بیت العزت سے ایک ایک آیت یا ایک ایک سورہ یا کم وبیش وقتاً فوقتاً حسب ضرورت وموقع اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت جبرئیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے رہے اور آپؐ ہر آیت کو اس کے اصلی موقع ومحل پر جمع کراتے رہے اور ۲۳ سال کے عرصہ میں جو حضورؐ کی نبوت کا زمانہ ہے تمام قرآن مجید مکمل طور سے نازل کیا گیا لیکن اس کی ابتداء بھی اس مبارک ومقدس مہینے میں ۷ ارمضان کو سوموار کے دن ہوئی جبکہ حضورؐ غار حرا میں تشریف فرما تھے (اور سب سے پہلے سورہ علق کی پہلی پانچ آیتیں " اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ تا مَا لَمْ يَعْلَمْ تک اتریں) چنانچہ " وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا " (سورہ بنی اسرائیل) سے یہی مراد ہے کیوں کہ اس آیت میں " تنزیل " کا لفظ آیا ہے اور " تنزیل " ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنے کو کہتے ہیں پس تنزیل ۲۳ برس میں ہوئی اور ابتدائے تنزیل بھی ماہ رمضان میں ہوئی مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب کہا ہے :-

الٰہی شکر ترا پھر مہ صیام آیا!
مہ صیام نہیں عید کا پیام آیا
ہزار ماہ سے بہتر ہے ایک رات اسکی
اسی مہینہ میں اللہ کا کلام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہاں کیلئے
حرا میں عرش سے اقراء کا جب پیام آیا

قرآن مجید کے دوبارہ اتارنے کا راز۔ علماء نے اس کی کئی توجیہات بیان کی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کے یکبارگی آسمان پر نازل کئے جانے میں یہ راز ہے کہ خود قرآن اور جس پر وہ نازل کیا جانے والا تھا اس طریقہ سے دونوں کی عزت بڑھائی جائے یعنی ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں پر یہ بات ظاہر کی جاتی کہ یہ (قرآن) سب سے آخری کتاب ہے جو رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے اور بزرگ ترین قوم کے ہادی پر نازل کی جاتی گی اور ہم نے اسے ان پر نازل کرنے کے واسطے ان کے قریب کر دیا ہے اور اگر حکمت خداوندی اس کتاب کو بلحاظ واقعات کی مطابقت کے اُن لوگوں تک بتفریق پہنچانے کی مقتضی نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ جس طرح اس سے قبل کی تمام کتابیں ایک ہی مرتبہ روئے زمین پر نازل کر دی گئی تھیں یہ بھی اسی طرح ایک ساتھ زمین پر اُتاری جاتی لیکن خداوند عالم نے اس کتاب اور اس سے سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ فرق کر دیا کہ اس کو دو مرتبے عطا کئے اوّل ایک ہی دفعہ مکمل نازل کرنے کا اور دوسرا بتفریق نازل فرمانے کا، تاکہ اس طرح اس شخص کی عزت و عظمت دوبالا ہو جائے جس پر یہ کتاب نازل کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کہاں کہاں نازل ہوا؟ قرآن مجید کا نزول مختلف مقامات و امکنہ میں ہوا ہے جو درج ذیل ہیں (۱) مکہ معظمہ (۲) مدینہ منورہ (۳) طائف شریف (۴) بیت المقدس (۵) تبوک (۶) عسفان (۷) جحفہ (۸) حدیبیہ (۹) عرفات (۱۰) بدر (۱۱) اُحد (۱۲) حرا (۱۳) حمراء الاسود وغیرہ۔

قرآن مجید کا سب سے زیادہ حصہ مکہ معظمہ میں نازل ہوا اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ ۱۳ برس مکہ میں رہے اور وہاں متواتر قرآن مجید نازل ہوتا رہا چنانچہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتیں ہیں ان میں سے ستاسی ۸۷ سورتیں مکی ہیں اور باقی مدنی، اور علماء نے ان سورتوں کو جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں چاہے مکہ معظمہ میں ان کا نزول ہوا یا دوسرے مقامات میں ان کو مکی سورتوں میں شمار کیا ہے اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں چاہے مدینہ منورہ میں ان کا نزول ہوا یا دوسری جگہ ان کو مدنی سورتوں میں شمار کیا ہے بہرکیف مکی سورتیں زیادہ ہیں۔

قرآن مجید کا سب سے پہلے نازل ہونے والا حصہ۔ قرآن مجید کے سب سے پہلے نازل ہونے والے حصہ کے بارہ میں کئی مختلف اقوال آتے ہیں مگر اصح واشہر قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورہ علق کی اوّل پانچ آیتوں کا نزول ہوا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ امام بخاری و امام مسلم اور دیگر محدثین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اسی طرح روایت کی ہے اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ۔ سب سے پہلے پوری سورہ جو نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ سورہ مدثر ہے۔ اور اکثر مفسرین کا یہی بیان ہے کہ سورہ فاتحہ سب سورتوں سے مقدم بالنزول ہے۔ قرآن مجید میں سب سے آخر نازل ہونے والی آیت سب سے آخر سورہ بقرہ کی آیت " وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ " نازل ہوئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت کی ہے کہ جو آیت تمام قرآن سے آخر میں اتری وہ " وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ الخ " ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف نو راتیں بقید حیات رہے جس کے بعد دوشنبہ کی رات کو جبکہ ربیع الاوّل کی دو راتیں گذر چکی تھیں آپؐ کا وصال ہو گیا اور ابن جریر نے بھی ابن جریج سے اسی کے مانند روایت کی ہے۔ مکہ معظمہ میں سب سے آخری سورت۔ مکہ معظمہ میں سب سے آخر سورہ جس کا نزول ہوا وہ سورہ عنکبوت ہے اس کے بعد حضورؐ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سورہ تطفیف یعنی " وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ " نازل ہوئی۔ سب سے آخر نازل ہونے والی سورہ۔ اسی بارہ میں اختلاف ہے کہ سب سے پیچھے قرآن مجید کی کونسی سورہ نازل ہوئی بعض نے سورہ فتح کو اور بعض سورہ مائدہ کو مؤخر بالنزول بیان کیا ہے لیکن مشہور قول کے اعتبار سے سورہ توبہ کا نزول سب سے پیچھے ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورہ۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت سورہ بقرہ ہے۔ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورہ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت سورہ کوثر ہے۔

اسی بارہ میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کونسی سورہ نازل ہوئی صحیح قول وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا آخری سورہ اور آیت کے بارہ میں بھی مختلف اقوال آتے ہیں مگر ہم نے اس میں بھی راجح اور صحیح قول بیان کیا ہے۔

جذبات عقیدت

حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مدح میں اس کی قلم میرا رواں ہوتا ہے!
جس پہ اس دور کے شبلی کا گماں ہوتا ہے

جھوٹ بولوں تو گنہگار، کہ اس کا دیدار
باعث راحتِ دل، راحت جاں ہوتا ہے

اُس کے چہرے پہ ہے یوں نور یقیں کا جیسے
صُبح، سورج کے نکلنے کا سماں ہوتا ہے

اس کا ہر کام ہے سنت سے محبت کا ثبوت
اُس کے ہر قول میں قرآں کا بیاں ہوتا ہے

وہ مُفَسِّر، وہ محدّث، وہ مُبلّغ، وہ فقیہہ
لفظ لفظ اس کا، جواہر سے گراں ہوتا ہے

دن کو تبلیغ و ہدایت میں ہے مصروف عمل
شب کو سجدوں میں وہ تسبیح کناں ہوتا ہے

عرش سے ہوتا ہو جس طرح فرشتوں کا نزول
اس کی مجلس میں وہ رحمت کا سماں ہوتا ہے

اے عبا پوش مرے حال پہ کر نظر کرم!
یہ جوانی کا سماں، آفتِ جاں ہوتا ہے

وہ ہے درویش مگر اس کا جو رتبہ ہے امین
بادشاہوں کی بھی قسمت میں کہاں ہوتا ہے

امین گیلانی

حسب ونسب اور اسلام

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آئت ۱۳

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں۔ تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا اور ساری دنیا میں پھیلایا۔ اللہ تعالےٰ نے شناخت کے لئے ان کو مختلف قبیلوں قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کردیا مختلف گروہوں اور قبیلوں میں منقسم ہونا حسب ونسب کے لئے نہیں بلکہ وہ تو صرف تعارف کا ذریعہ ہے جس طرح ایک باپ اولاد کے امتیاز کرنے کو مختلف نام رکھ دیتا ہے۔ شیخ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ صدیقی اور فاروقی۔ عثمانی اور انصاری وغیرہ سب کا سلسلہ نسب آدمؑ اور حواؑ پر منتہی ہوتا ہے۔ جب سب کی ایک ہی ذات ہے اور ایک ہی نسب ہے۔ تو پھر فخر کس چیز کا؟ اور اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے معنی کیا۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں انسان کا بڑا یا چھوٹا ہونا۔ معزز یا حقیر ہونا ذات پات یا نسب کی وجہ سے نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں مجدو شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار تقویٰ اور طہارت ہے۔ جس قدر کوئی نیک خصلت اور پرہیزگار ہوگا اسی قدر اللہ تعالےٰ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا۔ اپنے نسب پر اترانا تو کوئی کمال نہیں ہے۔ فخر تو اپنے فضل و بزرگی پر ہونا چاہئے۔ نسب پر فخر باہمی نفرت و عداوت کا باعث بن جاتا ہے۔ یہ فرومایہ لوگوں کا کام ہے جو بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرتے ہیں عارف جامی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

دوسروں پر طعن وتشنیع اوران کی عیب جوئی اکثر کبر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے آدمی اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر خیال کرتا ہے۔ آدمی کو تکبر کرتے وقت یہ خیال ہی نہیں رہتا کہ اس کی اصل خاک سے اور فرع نطفہ سے اور ان دونوں سے زیادہ ذلیل چیز اور کیا ہوسکتی ہے جس کی اصلیت یہ ہو کیا اس کے لئے تکبر اور فخر جائز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آباد و اجداد پر اکڑنے اور فخر کرنے کو بدترین خصلت قرار دیا ہے آپ کا ارشاد ہے۔ کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے۔ جب سب کا ماں باپ ایک ہے تو دوسروں کو حقیر سمجھنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں معزز وہ ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ تقویٰ کا حکم اور اس کی فضیلت جس قدر قرآن مجید میں آئی ہے غالباً کسی اور چیز پر اتنا زور نہیں دیا گیا جس سے تقویٰ کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے۔ تقویٰ کے دو معنی ہیں ایک ڈرنا دوسرے بچنا اور تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل مقصود تو معاصی سے بچنا ہے۔ مگر سبب اس کا ڈرنا ہے۔ کیونکہ جب تک خدا کا خوف دل میں نہ ہو گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ ہر عضو کا تقویٰ الگ الگ ہے۔

آنکھ کا تقویٰ یہ ہے کہ بُری نگاہ سے کسی کو نہ دیکھے

زبان کا تقویٰ یہ ہے کہ کسی کی غیبت نہ کرے نہ جھوٹ بولے۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رہے

ہاتھ کا تقویٰ یہ کہ کسی پر ظلم نہ کرے۔

پاؤں کا تقویٰ یہ ہے۔ کہ کسی بُری جگہ کی طرف چل کر نہ جائے۔

کان کا تقویٰ یہ ہے کہ کسی کی غیبت نہ سنے۔ راگ وغیرہ سننے سے بھی بچے

پیٹ کا تقویٰ یہ ہے کہ حرام مال کھانے سے بچے۔

غرض تقویٰ یہ ہے کہ کوئی کام دین کا ہو یا دنیا کا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھا جائے اور جو اس اصول پر کاربند ہو۔ وہ متقی کہلاتا ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔ انسان کی برتری اور بزرگی اس کے اعمال اور کردار سے ہے۔ حسب ونسب سے اس برتری کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی اس وجہ سے قابل تعظیم اور معزز نہیں ہوسکتا کہ وہ فلاں شخص کا بیٹا ہے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کا پاسپورٹ نسل و خاندان نہیں ایمان و عمل ہے۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان سے بڑھ کر بزرگ زادہ کون تھا؟ پیرزادہ، شیخ زادہ، یا مرشد زادہ نہ تھا پیغمبر زادہ تھا لیکن اُس کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کو نوح علیہ السلام کا اہل ماننے سے انکار کردیا۔ اور جب وہ نافرمانی پر تل گیا تو سابقہ اسی قانون سے پڑا جو ہر آدم زاد کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ہلاکت سے نہ کوئی مادی تدبیر بچا سکی اور نہ کوئی نسبی قرابت کام آئی۔

انسان اصولاً دو طرح کے ہوسکتے ہیں۔ ایمان دار و پرہیزگار یا فاجر یا فاسق اگر انسان کی تعلیم نسل ونسب کے لحاظ سے ہوتی تو نہ معلوم کتنی قسمیں بن جاتیں۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو دو گروہوں میں تقسیم کردیا ایک نیک اور دوسرے بد۔ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ خیر البریۃ قرار پائے اور جنہوں نے کفر کیا اور بُرے اعمال میں مصروف رہے وہ شرالبریۃ۔

طلوع اسلام سے پہلے اہل عرب میں جہاں اور برائیاں اور تباہ کن رسوم مروج تھیں۔ حسب ونسب پر غرور اور فخر کی مرض بھی عام تھی۔ ان میں حسب ونسب پر تفاخر اس قدر شدید تھا جس کی دنیا میں کہیں مثال ہی نہیں مل سکتی تھی وہ اپنے آپ کو دنیا کی تمام قوموں سے شریف ترین خیال کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں بڑے سخت گیر تھے۔ غیر قوموں سے وہ قطعی رشتہ و پیوند نہ کرتے تھے۔ نسلی تفاخر اہل عرب کی جبلت کا ایک جز بن گیا تھا۔ اور ان کے دماغوں پر اس قدر حاوی ہوگیا تھا۔ کہ وہ اس کو نظر انداز کرنے کا خواب بھی نہ دیکھ سکتے تھے

اسلام نے جہاں اور قبیح رسوم و رواج اور خیالات کی بیخ کنی کی وہاں حسب ونسب کے لایعنی تفاخر کو بھی ختم کردیا اور لوگوں پر واضح کردیا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے۔ جو متقی اور پرہیزگار ہو۔ مختلف قبیلوں میں منقسم ہونا صرف تعارف کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو قومیں فخر کرتی ہیں اپنے مردہ آباو اجداد پر ان کو باز آجانا چاہئے سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ وہ دوزخ کا ایندھن ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اقوام [illegible]

بھی زیادہ ذلیل وخوار ہیں جو اپنی ناک کی نجاست کو دھکیلتا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے آبائی نخوت اور غرور کو دور کیا۔ آدمی کی صرف دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایماندار متقی یا فاجر و بد کردار۔ لوگ سارے کے سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر فخر کس بات پر۔ جو متقی ہو اور اخلاص حسنہ سے مزین ہو تو وہ اللہ تعالےٰ اور بندوں کے نزدیک بھی معزز ہوتا ہے اس کو باپ دادا پر فخر کرنے کی کیا حاجت ہے۔ اور جو انسانیت کے معیار پر پورا نہ اترے اور بد اخلاق ہو تو وہ ذلیل ہے۔ خدا کے نزدیک بھی۔ اور لوگوں کی نظروں میں بھی۔ نسل ونسب پر غرور اور فخر اس کو عزیز نہیں بنا سکتا۔ خدا کے نزدیک محبوب اور انسانوں کے لئے قابل تقلید وہی ہو سکتا ہے۔ جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں سبقت لے جائے۔ طلوع اسلام سے پیشتر جو اہل عرب نسل ونسب کی رو سے بہت ذلیل اور ادنیٰ درجہ کے لوگ خیال کئے جاتے تھے اسلام لانے کے بعد اپنی خوش کرداری اور راہ حق میں ایثار و قربانی کے سبب اتنے معزز ہو گئے۔ کہ عرب کے بڑے بڑے اونچے طبقہ کے لوگ بھی ان کی عزت کرنے لگے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا خواہ کسی بھی قبیلہ اور نسل سے تعلق رکھتا تھا پہلے مسلمانوں کے برابر ہو جاتا تھا۔ نسلی تفاخر انسانیت کی شاہراہ پر چلنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک شخص سے جھگڑا ہو گیا اور میں بے ساختہ بول اٹھا یا ابن السواد! یعنی او حبشی کے بچے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذرؓ آپے سے باہر نہ ہو۔ کسی سفید بچے کو سیاہ بچے پر کوئی فضیلت اور بزرگی نہیں ہے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں لیٹ گیا اور اس سے کہا اور اپنا پاؤں میرے منہ میں رکھ لے یہ سب کچھ انہوں نے اپنا غرور توڑنے کے لئے کیا

دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپس میں تفاخر کر رہے تھے ایک نے کہا میں فلاں ابن فلاں ہوں تو کیا ہے؟ اور تیری حیثیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح دو شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو بھی فخریہ باتیں کر رہے تھے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں نو پشت تک اُس نے اپنے باپ داداکے نام گن ڈالے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی۔ کہ اس سے کہدو کہ نو کے نو ہی دوزخ میں ہیں اور تو ان کا دسواں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ دوزخ میں جل کر کوئلہ ہو گئے ہیں۔ ان پر فخر کرنے سے باز آجاؤ جو نسب پر اتراتا ہے وہ دوسروں پر فخر کرتا ہے اور یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ فخر تو اس کمال پر ہونا چاہئے۔ جو اپنی ذات میں ہو۔

قیامت کے دن سارے نسبی تعلقات ختم ہو جائینگے

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فِیْ جَھَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝

پارہ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳

ترجمہ:۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو اس دن ان میں نہ رشتہ داریاں رہینگی اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا پھر جن کا پلہ بھاری ہوا تو وہی فلاح پائینگے اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا۔ تو وہی یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہوں گے۔

قیامت کے دن جب تمام خلائق کو میدان حشر میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا تو اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا اولاد ماں باپ سے بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے کوئی سروکار نہ رکھے گا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہو جائیں گے کوئی کسی کی بات نہ پوچھیگا اس روز نسبی تعلقات سارے منقطع ہو جائینگے نسب کوئی کام نہ دیگا۔ جس طرح دنیا میں رشتہ کا لحاظ ہوتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے فلاں قوم یا قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اونچی ذات کا ہے یا نیچی ذات کا یہ تعلقات قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے۔ وہاں تو اعمال کی نسبت سوال ہوگا۔ جو حسنات کی پونجی لے کر اس میدان میں پہنچیگا۔ اس کی عزت ہوگی اور وہی کامیاب ہوگا۔ جن کا نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکیگا۔ خواہ کسی قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو اور کتنی ہی اونچی ذات کیوں نہ ہو

اے سلطنت پر ناز کرنے والے بادشاہ! کیوں اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے۔ سرکشی کرتا ہے۔ اور مخلوق خدا پر ظلم وستم کرتا ہے کیا تیری حکومت ہمیشہ اسی طرح رہے گی؟

اے امارت پر ناز کرنے والے امیر کیا تو خیال کرتا ہے کہ تیری امارت برقرار رہیگی

اے نسل ونسب پر فخر کرنے والے انسان کیا تو گمان کرتا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسا ہی رہیگا۔ یہ دنیا کسی کی نہیں بنی اگر کسی کی ہوتی تو اس کا ساتھ دیتی تو پہلے آنے والے باقی رہتے اور یہ وقت نہ آتا۔ یاد رکھو۔ اس زمین کو بڑے بڑے بادشاہوں سرکشوں اور معزز قوموں اور قبیلوں نے روندا مگر انجام کار ان روندنے والوں کو زمین نے اپنے اندر چھپا لیا اور آج ان میں سے اکثروں کے نام بھی لوگوں کو یاد نہیں رہے۔

بڑے بڑے بادشاہ امرا اور اپنی نسل و خاندان پر ناز اور فخر کرنے والے جس زمین پر آکڑ کر چلتے تھے۔ آخر اُسی زمین کے اندر چلے گئے جب تک اس زمین کے اندر چلے گئے۔ جب تک اس زمین کے اوپر چلتے ہو حشر کے میدان خدا کے سامنے پیش ہونے کے لئے تیاری کرو۔ اور حسنات کی پونجی جمع کرنے کی کوشش کرو۔ اس دن صرف ایک اللہ کی حکومت ہوگی۔ جو سب سے زبردست ہے۔ اس دن تم سے یہ سوال نہ ہوگا کہ کس خاندان یا قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ مگر یہ پوچھا جائے گا کہ آخرت کے لئے کیا کما کر لائے ہو؟

اللہ تعالیٰ کے عہد پورے کرو

محمد شفیع عمرالدین حیدرآباد

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْاط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ ٥ (الانعام آیت ۱۵۲)

ترجمہ:- اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تمہیں یہی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

عہد پورا کرنے سے مراد اللہ تعالےٰ کے احکام کا بجالانا ہے۔ یعنی سب اوامر پر عمل کرنے اور سب نواہی سے بچنے سے اللہ تعالےٰ کے عہد پورے ہوں گے۔ اوامر اور نواہی کی تفصیل قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث شریف میں ہے۔

میثاق عام کی یاد دہانی

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰي ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ٥ لا اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥ (الاعراف آیت ۱۷۲-۱۷۳- ع ۲۲)

ترجمہ:- اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا۔ اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

"میثاقِ خاص" کے بعد یہاں "میثاق عام" کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام عقائد اور ادیان سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور "ربوبیت عامہ" پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اس سنگِ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب یہ اعتقاد نہ ہو۔ مذہبی میدان میں عقل وفکر کی رہنمائی اور انبیاء ومرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں۔ اگر پورے غور وتامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے اصول وفروع بالآخر خدا کی "ربوبیت عامہ" کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے بلکہ اسی کی تہہ میں لپٹے ہوتے ہیں۔ عقل سلیم اور وحی والہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ یہ تخمِ ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء ومنتہیٰ اور تمام ہدایات ربانیہ کا وجودِ مجمل کہنا چاہئے عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے۔ تاکہ ہر آدمی عقل وفہم اور وحی والہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان و توحید کے درجہ تک پہنچا سکے۔ اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداً یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی وجوہری عقدہ کا حل ناخنِ عقل وفکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا۔ جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لئے قدرت نے یہاں غور وفکر کی قوت اور نورِ وحی والہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی۔ وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے اُن کو فطرۃً بہرہ ور کیا۔ جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی ومندرج تھی۔ اور جس کے بدوں مذہبی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ اسی ازلی اور خدا کی تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدود افراد نے کسی عقلی وروحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اُسی طرح جھوٹے ثابت ہوتے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض لذیذ اور خوشگوار غذاؤں کو تلخ وغیرہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر درجہ اور طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیۃ کبریٰ پر عام اتفاق واجماع اس کی زبردست دلیل ہے۔ کہ یہ عقیدہ عقول وافکار کی دوا دوش سے پہلے ہی فاطرِ حقیقی کی طرف سے اولادِ آدم کو بلاواسطہ تلقین فرما دیا گیا۔ ورنہ فکر واستدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اُس نے آیاتِ حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی۔ تاہم جس طرح ایک لکچرار اور انشاء پرداز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھائے، جس سے ترقی کر کے آج اس رتبہ کو پہنچا، گو پہلا لفظ سکھلانے والا اور سکھانے کا وقت مکان اور دیگر خصوصیاتِ مقامی بلکہ نفس سکھلانا بھی یاد نہیں۔ تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا علیٰ اختلاف الاقوام والاجیال "عقیدہ ربوبیت الٰہی" پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بدءِ فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے ان تک پہنچی ہے۔ باقی تعلیمی خصوصیات واحوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اس کی تسلیم میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی وفطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے، ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیتا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد وشرک کو حق بجانب قرار دینے کے لئے غفلت، بے خبری یا آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجۃ قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے اُن کی اولاد اور اُن سے اُن کی اولاد نکالی۔ سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا۔ پھر پشت میں داخل کیا۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے۔ باپ کی تقلید نہ چاہیئے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہیئے ایمان لاوے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا۔ پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے۔ سارا جہان قائل ہے۔ اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے۔ پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔"

(۲) (اَوْ تَقُوْلُوْٓا) موضح القرآن میں ہے کہ "یہ قصہ یہود کو سنایا کہ وہ بھی عہد سے پھرے ہیں جیسے مشرک پھرتے ہیں۔"

مقصد زندگی

بندے سے رب تعالےٰ کی بندگی مقصود ہے اور اس کی پیدائش کا یہی مقصد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥

(الذٰریٰت آیت ۵۶)

ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو ج

بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

ایفائے عہد کی تاکید

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۝ وَاَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عَاھَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (النحل آیت ۹۰-۹۱)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے۔ اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ اور تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو۔ اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یعنی

۱۔ یہاں تین باتوں کا حکم فرمایا

۱۔ عدل کرنا یعنی توحید و انصاف پر محکم رہنا۔

حضرت مولینا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں۔ افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پاتے سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن نہ چھوٹے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

۲۔ احسان اور بھلائی کرنا

اول عبادت میں احسان کا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرو۔ کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو گیوں کہ اگر تم نہیں دیکھتے ہو تو پس وہ تحقیق تم کو دیکھتا ہے۔ اس طرح فرائض ادا کرتا رہے۔

دوم اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرے۔

۳۔ رشتہ داروں کو دینا

اپنے مال و دولت سے اپنے خویش و اقربا کو نوازتا رہے۔ اہل حقوق کے حق ادا کرتا رہے۔

تین باتوں کی ممانعت فرمائی

۱۔ بے حیائی کی ممانعت

[illegible]

سے بچنا۔

۲۔ بُری اور نامعقول باتوں کی ممانعت

جن باتوں کی شرع میں ممانعت ہے وہ سب بری ہیں۔ مثلاً کفر اور گناہ کے کام۔ ان سب سے بچیے۔

۳۔ ظلم اور سرکشی کرنے کی ممانعت

لوگوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے۔ ظلم سے ان کے مال وغیرہ پر قبضہ نہ کرے۔

مذکورہ بالا اوامر و نواہی کے بعد فرمایا۔ اَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ) اور اللہ کا عہد پورا کرو۔

بقول حضرت مولینا عثمانیؒ "اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان کے بعض افراد کو بالتخصیص بیان فرماتے ہیں یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور عذر اور بد عہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت رکھو۔ کسی قوم سے کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے۔ خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا پڑے۔ "قول مرداں جان دارد" خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنایا ہے وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بد عہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دے گا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغابازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔"

ایفائے عہد کرنے والوں کے ساتھ وعدہ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسان یاد دلا کر فرمایا۔

وَاَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ (البقرہ آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ اور تم میرا عہد پورا کرو۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرو۔

اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارا عہد پورا کرونگا یعنی شام کی ارضی حکومت تمہارے قبضہ میں رہیگی اور مرنے کے بعد ثواب اور جنت عطا ہو گی۔ وَاُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (البقرہ آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ میں تمہارا عہد پورا کرونگا۔ اور تنبیہ فرمادی۔

وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ۝ (البقرہ آیت ۴۱)

ترجمہ:۔ اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔

یعنی اگر ایفائے عہد نہ کیا تو اس کی پاداش سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کی سزا

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (الرعد آیت ۲۵)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اللہ کا عہد مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور اس چیز کو توڑتے ہیں۔ جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم فرمایا۔ اور ملک میں فساد کرتے ہیں۔ ان کے لئے لعنت ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے

حاشیہ حضرت مولینا شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

"عہد عبودیت کے توڑنے والوں اور بد اخلاقی کا ارتکاب کرنے والوں پر لعنت پڑے گی۔ اور برا ٹھکانا ملے گا۔"

عبودیت کا عہد توڑنے کی سزا

قیامت کے دن انہیں حکم ہوگا کہ مومنوں سے ایک ہو جاؤ۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (یٰس آیت ۵۹)

ترجمہ:۔ اے مجرموں آج الگ ہو جاؤ۔ نیز انہیں کہا جائے گا کیا حضرات انبیاء علیہم السلام کی زبانی تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر شیطان کی تابعداری نہ کرنا۔ کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری عبادت اور تابعداری کرنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (یٰس آیت ۶۰-۶۱)

ترجمہ:۔ اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کروی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرنا یہ سیدھا راستہ ہے؟

پھر حکم ہوگا کہ باوجود ہدایت کے تم نے شیطان کا کہا مانا اور تم نے عقل سے کام نہ لیا۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگتو اور دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْھَا الْیَوْمَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝ (یٰس آیت ۶۲-۶۴)

ترجمہ:۔ اور البتہ اس نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا تھا۔ کیا پس تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔

اسلام اور کمیونزم

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ کی ایک تقریر

جس موضوع یعنی کیمونزم اور اسلام کی جانب صدر محترم نے مجھے توجہ دلائی وہ ایک علمی سیاسی مسئلہ ہے کیمونزم کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اور موشگافیاں کی گئی ہیں لیکن اس کی حقیقت عریاں نہ ہوسکی، لوگوں نے سمجھا کہ وہ ایک تحریک ہے جو بتلاتی ہے کہ طبقاتی درجات کو فناہ کرکے معیشت میں فساد پیدا کیا جائے۔ لیکن جب رشیا اور روس میں انقلاب آیا تو دنیا نے کیمونزم کو پہچانا اس سے قبل یہ تحریک تین فلسفیوں کی گڑھی ہوئی تھی۔ کارل مارکس یہودی نے دنیا کے سامنے یہ نظام پیش کیا اور اس کو لینن جیسے لوہے کے آدمی نے عملی جامہ پہنایا اس تحریک سے آج دنیا لرزہ براندام ہے برطانیہ اور امریکہ میں ایک نظام رائج ہے۔

تاریخی اعتبار سے کیمونزم بتلاتا ہے۔ کہ وہ کوئی پروگرام یا تحریک نہیں ہے بلکہ وہ ایک تاریخی حقیقت ہے اس لئے جب دنیا نے ترقی کی اور انسان حیوان سے انسان بنا۔ تو ضرورت محسوس ہوئی کہ دونوں میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایک زندگی ہو مشترکہ اور ان سب قبائل کا ایک سردار ہو، وہ شہنشاہ، مطلق العنان ہو۔ اس کا حکم الوہیت کا حکم ہو یہ ایک فطری چیز ہے اس کے بعد دنیا نے جب اور ترقی کی تو محسوس کیا کہ ایسا نظام جس میں تمام رعایا کی باگ ڈور ایک مطلق العنان شخص کے ہاتھ میں ہو جائے وہ سیاہ کرے یا سفید، خواہ وہ بصورت شہنشاہیت ہو یا بشکل جاگیرداری، سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے ایسا نظام باطل ہے؟ اس کے بعد جمہوریت پیدا ہوئی اس میں اکثریت برسر اقتدار اور اقلیت اس کی خوشہ چیں رہی ہے اور اقلیت کو اکثریت دباتی ہے۔ دنیا اس طرف متوجہ ہوئی کہ ایسا نظام جس میں ایک طرف امراء عیش و مسرت سے زندگی گزاریں حکومت پر ان کا قبضہ ہو اور دوسری طرف ہزاروں ایسے انسان ہوں جن کے لئے نہ روٹی ہے اور نہ بدن ڈھانپنے کو کپڑا نہ ان کے بچوں کے تعلیم کا انتظام اور وہ بے بسی کے ساتھ ایڑیاں رگڑ کر زندگی گزار دیں یقیناً ایسا نظام باطل ہے اور ناقابل عمل۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جب ترقی پاتی ہے۔ تو سیاست میں بھی ترقی ہوتی ہے چنانچہ دنیا متوجہ ہوئی کہ ایسا نظام باقی نہ رہے دنیا میں دو چیزیں اصل ہیں سرمایہ اور محنت انہیں سے نظام عالم قائم ہے۔ سرمایہ وہ چیز ہے کہ جس کے آئندہ منافع حاصل ہوسکیں اور محنت وہ چیز ہے۔ جس کے ذریعہ سے منافع بشکل مال حاصل ہوتے ہیں ایک کار ہے اس کو اگر کوئی شخص اپنی سواری کے لئے مخصوص کرلے تو یہ سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن اس کو کرایہ پر چلائے تو یہ سرمایہ ہے۔

کارل مارکس کا کہنا ہے کہ لوگوں نے محنت اور سرمایہ میں فرق کیا ہے، حالانکہ محنت اور سرمایہ دونوں برابر ہونے چاہئیں۔ پہلے جو نظام ترقی کرکے جمہوریت تک پہنچے ان میں سرمایہ کو محنت سے بڑھایا گیا ہے۔ سرمایہ او دولت کے درمیان فرق کیا گیا اس وجہ سے دنیا میں طبقاتی جنگ پیدا ہوگئی اب دوبارہ انقلاب آئے تب دنیا میں یکسانیت پیدا ہو سکتی ہے اور وہ انقلاب اس طرح برپا ہو۔ کہ اس میں محنت سرمایہ عقل دماغ ان سب کو مساوی درجہ حاصل ہو انسانوں کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اسٹیٹ کے اوپر ہے سرمایہ مشترکہ ملکیت ہوگا۔ کارخانے، زمینیں، ملیں یہ تمام اسٹیٹ کے قبضہ میں ہوں اور ان سے انسانوں کی ضروریات پوری کی جائیں معیشت اور درجات معیشت میں مساوات ہو۔ اسی نظام کا نام کیمونزم ہے۔

لیکن اس نظام میں بھی کچھ نقائص تھے، جب ایک بڑھئی اور ایک انجنیئر کی پوزیشن ایک ہے تو محنت کی کیا ضرورت۔ دماغ کی کیا ضرورت؟ اس وجہ سے کیمونزم کا نظام منظر عام پر نہ آسکا یہی وجہ تھی کہ (ٹراٹسکی) اور اسٹالن کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، ٹراٹسکی کہتا تھا کہ یہ نظام اس وقت چل سکتا ہے جب تمام دنیا اس کو قبول کرے۔ مگر اسٹالن نے ٹراٹسکی کی یہ بات نہ مانی اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر دس سال کے بعد ٹراٹسکی کی بات اسٹالن کو درست معلوم ہوئی اسی وجہ سے بعد میں جو رشیا میں نظام بنا اس میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا۔ یہ خلاصہ ہے کیمونزم کا اس کے بعد دوسرا نظام سوشلزم پیدا ہوا اس نے کہا کہ انفرادی ملکیت ختم نہیں ہوسکتی ہے محنت سرمایہ، عقل، دماغ برابر نہیں ہوسکتے ہیں تو وہ چیزیں جن کے اندر نشوونما اور سرمایہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو۔ ان کو اسٹیٹ کی ملکیت قرار دیا جائے کارخانے، ملیں، زمینیں اسٹیٹ کے قبضہ میں ہوں۔ اور ان سے انسانوں کی ضروریات پوری کی جائیں یہ خلاصہ ہے۔ سوشلزم کا اس کے بعد آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بے شک ایسا سماج جس میں اس قدر تفاوت انسانی موجود ہو کہ کروڑوں انسان بھوکے مریں اور دوسری طرف امراء عیش و مسرت سے زندگی گزاریں ایسا نظام درست نہیں ہے۔ اس کی موجودگی میں اگر کوئی ایسے نظام کو توڑنا چاہے تو کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ مگر جس وقت کارل مارکس نے خدا سے بے نیاز ہو کر کیمونزم کو پیش کیا اس سے بیس سال پہلے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اسی فلسفہ کو پیش کیا تھا مگر مذہبی حدود میں رہ کر آپ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کو دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ انہوں نے سرمایہ داری اور ڈکٹیٹر شپ کے خلاف جگہ جگہ آواز بلند کی ہے مگر کارل مارکس اول تو یہودی تھا اس وقت کے پادریوں نے کیمونزم تحریک کے خلاف کفر کے فتوے لگائے۔ زار روس نے مذہب کی آڑ لے کر اس تحریک کی مخالفت کی اس وجہ سے کارل مارکس نے مذہبی حدود سے تجاوز کیا اور اسی باعث کیمونزم میں مذہب کی مخالفت پیدا ہوگئی۔ اگرچہ نفس کیمونزم میں یہ چیز نہیں۔ تو کارل مارکس نے وحی خداوندی سے بے بہرہ ہوکر دنیا میں اس نظام کو پیش کیا جس سے دنیا میں طبقاتی جنگ پیدا ہوگئی۔ مگر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس حیثیت کو سمجھا۔ اور کہا کہ نفس معیشت میں تمام انسان مساوی نہیں۔ قرآن پاک میں جس جس جگہ باری تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے وہاں مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے۔ تو انسانیت اسی وقت قائم رہ سکتی ہے۔ جب کہ اسٹیٹ معیشت کی مساوات کی ذمہ داری لے اور معاشرت میں مساوات ہوتے ہیں۔ درجات معیشت اس طرح رکھے جاویں۔ جس سے سرمایہ اور محنت میں کچھ تفاوت مگر ایسا تفاوت نہ ہو کہ جس سے نظام معیشت درہم برہم ہوجائے لیکن آج کل متاخرین کے دور میں تقدیر اور قسمت کے معنی یہ ہیں کہ کچھ انسان کروڑپتی ہوں اور کروڑوں انسان بھوکے ننگے اور زندگی سے مایوس پھریں۔

خلافت راشدہ میں حضرت عمرؓ کا دور ہے سیاسی معاشی اقتصادی نظام ایسا قائم ہے جو دنیا کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ حضرت عمر فرماتے

ہیں۔ کہ اگر اسٹیٹ یعنی حکومت خلافت سے رعایا کی انسانی ضروریات پوری نہ ہوسکیں۔ تو اس خلافت کو زندہ اور قائم رہنے کا کوئی حق نہیں ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا ہے۔ کہ بے قید سرمایہ داری کی بدولت یہ تفاوت نظر آرہا ہے۔ اس وجہ سے سرمایہ داروں پر کچھ قیود ضرور ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے۔ لاضرر لاضرار یہ حدیث ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشی نظام ایسی صورت حال ہو کہ ایک کا نفع دوسرے کی مصیبت پر مبنی نہ ہو ایک کا نفع دوسرے کے نقصان کا باعث نہ ہو بلکہ ایسا نظام ہو کہ جس میں انسان اپنا نفع اس طرح حاصل کرے کہ اس میں دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے ایسے نظام میں قمار نہ ہونا چاہئے۔ لاٹری کی شکل میں ہو اسی طرح احتکار نہ ہو یعنی سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی نہ کی جاوے جس سے لوگ بھوکے مرنے لگیں اسی طرح اکتناز نہ ہونا چاہئے یعنی اگر تمہارے پاس دولت ہے چاہے بشکل سونا یا بصورت چاندی یا بہ شکل سکہ اس میں ایسی روک نہ ہو جس سے وہ دولت سمٹ کر ایک طبقہ میں منحصر ہو جائے اسی لئے میراث فرض کی گئی ہے زکوٰۃ اور صدقہ ضروری قرار دیا گیا دنیا آج بڑے فخر سے کہتی ہے کہ ایسا سماج نظام برپا کرو جس سے دولت پھیلے۔ تو ہم کو دوسروں کی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن عزیز نے دو جملوں میں کہا کہ یہ زکوٰۃ وغیرہ مالداروں سے اس لئے دلائی جاتی ہے لکیلا یکون دولتًا بین الاغنیاء منکم یعنی تاکہ دولت مالداروں میں نہ منحصر رہے اس نظریہ کو شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے پیش کیا اور یہ وہی چیز ہے جس کو کارل مارکس نے کہا تھا مگر شاہ ولی اللہ کا نظریہ وحی الٰہی کے نور سے معمور ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ بیت المال کے اندر داخل کی جائے تاکہ اس سے کسی حمیت اور غیرت پر چوٹ نہ آئے الید العلیا خیر من ید السفلی جو شخص زیادہ مال کماوے اس کے اوپر زیادہ ذمہ داریاں ہوں گی اسی وجہ سے حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنا حرام ہے۔ تو جس نظام میں سرمایہ داری ہوگی اس میں یہ خواہش ہوگی کہ سرمایہ دار بننا چاہئے اور جس نظام میں یہ ہو کہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنا حرام ہے آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اس میں سرمایہ داری کا شائبہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں ایضاح الادلہ میں ہے کہ جمہور کے یہاں ضرورت سے زائد مال رکھنا یہ اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے دوسری چیز یہ ہے کہ جاگیرداری میں مسلمانوں نے غلطی اختیار کی اور یہ سمجھ بیٹھے کہ زمیندار اصل ہے اور کاشتکار اس کا غلام اور محتاج ہے اس وجہ سے جاگیرداری میں نقائص پیدا ہوئے۔ فقہ کی مشہور کتاب بدائع وصنائع میں ہے کہ زمین دار اور کاشتکار دونوں ایک ہیں شریک ہیں اور انکے مابین غلامی نہیں۔ یہ تعلیم آپ کے اسلام نے دی ہے مگر لوگ نے سمجھا کہ مساوات کا نظام کارل مارکس نے پیش کیا ہے تیسری بات شاہ ولی اللہ دہلوی نے یہ کہی کہ انسانوں کے درمیان جو اعتدال کی زندگی پیدا ہو اس میں ایسی روح ایسی اسپرٹ ہو جس کی وجہ سے نفرت کی بجائے محبت پیدا ہو جائے تاکہ طبقاتی زندگی جنگ کے بیچ ختم ہو جائے اور دولتمند غریبوں کی جگہ نہ لیں اسلام کہتا ہے کہ ایسا نظام قائم ہو جس سے فوری امن پیدا ہو نیز انفرادی ملکیت مسلم ہے مگر اس میں کچھ حدود اور قیود ہوں تاکہ دوسروں کو نقصانات ــــ اسی کی بدولت دور فاروقی میں جو نظام تھا اگر اس کو دنیا دیکھتی اور وہاں رائج ہوتا تو دنیا سمجھتی اور اقرار کرتی مگر اسلامی ملکوں میں اسلامی سلطنت قائم نہ رہی ابن حزم اندلسی جو محدث ہیں اور اپنے زمانہ کے لیبر لیڈر ہیں جو بادشاہ کے بیٹے تھے مگر انہوں نے عیش وعشرت پر لات مار کر غریبوں اور بیکسوں کا ساتھ دیا وہ اپنی کتاب محلی کے باب النفقات میں فرماتے ہیں کہ ایسا وقت بھی آتا ہے کہ کسی مصلحت کے بنا پر درجات معیشت کو ختم کر دیا جاتا ہے حضرت عبیدہؓ غزوہ میں جارہے ہیں بعض لوگوں کے پاس کھانا ختم ہوگیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ نے تمام لوگوں کے لئے توشہ دان منگوائے اور جو کچھ تھا وہ دسترخوان پر رکھ کر سب نے کھایا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اجماع ہے کہ اگر تمام رعایا نے واجب ٹیکسوں کو ادا کر دیا مگر ان سے رعایا کی ضرورت پوری نہ ہوسکی تو خلیفۂ وقت کو چاہئے کہ وہاں اغنیاء کو جمع کرے کہ تم نے محاصل واجبہ کو ادا کر دیا مگر ان سے ضروریات پوری نہ ہوسکیں۔ لہٰذا تم مزید روپیہ دو اگر وہاں رضامندی سے مزید روپیہ ادا نہ کرسکیں تو خلیفۂ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان سے زبردستی روپیہ لے اور غریبوں پر تقسیم کرے۔

معدنیات کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن۔ معدن ظاہری اسٹیٹ کی ملکیت میں سے ہوگی۔ معدن باطنی میں احناف کے یہاں انفرادی ملکیت مسلم ہے مگر اس شرط کے ساتھ خمس ادا کرے۔ اور بشرطیکہ وہ معدن صحرا میں نہ ہو اور امام احمدؒ کے یہاں وہ بھی اسٹیٹ کی ملکیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے نمک کی جھیل مانگی آپ نے فرمایا کہ لے لو۔ لیکن ایک صحابی نے کہا کہ آپ نے کیا دے دیا یہ تو رفاہ عام کی چیز ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو بلا کر ان سے وہاں واپس لے لی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سواد عراق فتح ہوئے انہوں نے صحابہ کو جمع کیا اور کہا کہ میں انسان ہوں میرے ساتھ غلطیاں ضرور ہیں تم لوگ صاف صاف بتانا میری رائے ہے کہ اس غزوہ میں جو غنائم ملی ہیں ان کو مجاہدوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ بلکہ بیت المال میں رکھا جائے تاکہ اس سے سب کو نفع حاصل ہوسکے تمام صحابہ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ عمرؓ نے تمام زمین اسٹیٹ کی ملکیت قرار دیدی۔ دوسری مثال لیجئے عمرؓ نے اپنے زمانہ سلطنت میں دیکھا کہ ایک صحابی کے پاس ضرورت سے زائد جاگیر ہے۔ آپ نے زبردستی ان سے وہاں جاگیر لے لی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دولت مند کو رزق دیا ہے۔ اس لئے وہاں اپنی ضرورت کو پوری کرنے کے بعد باقی کو غربا پر تقسیم کردے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ تعذیب کے لائق ہے یہ باتیں ہم کو اسلام نے سکھائیں لیکن آج ہم ان کو نئی چیز اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ہم اس کو منظر عام پر نہ لاسکے اسی وجہ سے ہم کو خلافت راشدہ کو مثال میں پیش کرنا پڑا ہے اسلام کی بنیاد محبت اور خلوص اور مشارکت پر ہے۔ اس میں طبقاتی جنگ پیدا ہی نہیں ہوتی مگر افسوس کہ ہم نے اس کو نہ اپنایا اور آج ہم دوسروں کی جانب للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے عام طور پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ایک تحریک کی شکل میں پیش کرو مگر ہماری یہ رائے ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں مختلف مذاہب ہیں۔ اسلامی حکومت نہیں ہے بلکہ مشترکہ حکومت ہے۔ ہم ایسی جگہ اسلام کے چند اصول لے کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان اصول پر حکومت قائم کرو وہاں اسلامی نظام نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے قریب قریب ہوگا ایسے ممالک میں مکمل اسلامی نظام کا تصور کرنا محال ہے یہ تو ایسے ممالک میں ہوسکتا ہے کہ جہاں کی باگ ڈور آپ کے قبضہ میں ہو تو اگر روس نے ایک چیز پیش کی تو ہم بھی ایسے ممالک میں اسلام کو پیش کر سکتے ہیں چونکہ اگر کمیونزم کو ایک شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے تو اسلام بھی اسی طرح سے ہم پیش کر سکتے ہیں اسلامی نظام کا خاکہ آج ہماری نظروں سے اس وجہ سے اوجھل ہوگیا ہے کہ ہم متقدمین کی تصانیف سے بالکل ناآشنا ہیں۔ حالانکہ متقدمین نے ہی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور متاخرین میں سے صرف شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس عقدہ لاینحل کو حل کیا ہے آپ اگر ابن آدم کی کتاب الخراج ابو یوسف کی کتاب الخراج ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کا نظر عمیق سے مطالعہ کریں تو آپ کو کمیونزم اور سوشلزم کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اب وقت کافی ہو چکا ہے۔ بس یہی چند باتیں عرض کرنی تھیں

وما علینا الا البلاغ

ایک بزرگ کا خواب

"مولانا محمد نذیر عرشی"

مدت ہوئی ایک بزرگ نے خواب دیکھا جس میں اُس کو عادتوں کی مجسّم صورتیں نظر آئیں۔ وہ ایک خوفناک خواب تھا مگر اُس نے نصیحت ضرور حاصل ہوتی ہے۔ صبح کو اُس بزرگ نے لوگوں سے بیان کیا۔ شہر بھر میں اس کا چرچا ہوا۔ جس نے سُنا کانپ گیا۔ اور بُری عادتوں سے ڈرنے لگا۔ ہمارے گھر کی ایک نوکرانی باہر آتی جاتی تھی۔ وہ بھی کہیں سے سُن آئی۔ اُس نے یوں بیان کیا۔ کہ پہلے ایک مرد دیکھا۔ گورا رنگ سفید کپڑے بہت بڑا سر ٹانگیں پتلی کمزور منہ آسمان کی طرف اُٹھا ہُوا۔ گردن ایک طرف اتنی جھکی ہوئی تھی، کہ جب وہ کھڑا ہوتا تو گردن کے جھکاؤ سے فوراً سر کے بل جا گرتا تھا۔ اس کا نام تکبّر تھا۔ تکبّر کسے کہتے ہیں؟ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور غریبوں سے نفرت کرنا محتاجوں کو حقارت سے دیکھنا۔

اِس کے بعد ایک کالے دیو کی صورت دیکھی۔ بڑے بڑے دانت ڈراؤنی صورت منہ کھلا ہُوا۔ جس میں دھواں اور شعلے اُٹھ رہے تھے۔ اور تمام بدن میں آگ سی سُلگ رہی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ کوئی دم بھر میں جل بھُن کر ڈھیر ہو جائیگا۔ اُس کا نام غصہ تھا۔ غصّے سے کیا مطلب ہے؟ کسی سے قصور ہو جاتے یا کسی قسم کا رنج پہنچے تو تحمل نہ کرنا اور اُس کو مارنے یا اُس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جانا۔

پھر ایک اور شکل دیکھی۔ جس کے چہرے پر کچھ غم پایا جاتا تھا اور کچھ غصہ ظاہر ہوتا تھا پیلا رنگ، ہونٹ خشک۔ ایک ہاتھ کلیجے پر تھا۔ جس سے بتاتی تھی کہ پیٹ میں بڑا روگ ہے۔ دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتی تھی۔ کہ اس دکھ کا کوئی دارو نہیں "اس کا نام حسد تھا حسد کیا ہوتا ہے؟ کسی کی خوشحالی دیکھ کر جلنا اور اس کی بدحالی چاہنا۔

ایک خوبصورت گھوڑا تھا۔ جو بڑی تیزی سے دوڑا جاتا تھا۔ کوئی بیس قدم تک گیا ہوگا کہ لڑکھڑا کر گرا۔ اور لوٹ پوٹ ہوگیا اس کا نام جلدبازی تھا۔ جلدبازی کیا ہے بے سوچے سمجھے کام کرنا۔ بزرگوں سے مشورہ نہ لینا۔

ایک بھیانک تصویر کا نام بخل تھا۔ اس کے سامنے بے شمار طشتریاں دھری تھیں۔ جن میں رنگ رنگ کی نعمتیں تھیں۔ مگر اُس کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ نہ کسی کو کچھ دیتا ہے۔ نہ آپ کھاتا ہے۔ اُس کے منہ میں مٹی اور چند کنکر نظر آتے تھے۔ جن کو چبا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمبخت ایک آدھ نوالا لیتا بھی ہے تو وہ اُس کے منہ میں جا کر مٹی کنکر بن جاتا ہے۔ بخل سے کیا مطلب ہے نعمتوں کے ہوتے تنگی سے گزران کرنا، نہ آپ کھانا، نہ محتاجوں کو کھلانا، نہ خدا کی راہ میں کچھ دینا۔

پھر ایک اندھا دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ جس کو دوسرے بازو پر چلا رہا تھا۔ بازو اور ران اور سینے کی ہڈیاں ننگی تھیں اِرد گِرد سینکڑوں چیل کوّے منڈلا رہے تھے وہ اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر ان کو کھلا رہا تھا۔ اس کا نام فضول خرچی تھا۔ فضول خرچی کسے کہتے ہیں؟ بے ضرورت پیسہ خرچنا دُنیا کی بڑائی لینے کی خاطر مال ضائع کرنا خوشامد خوروں کو کھلانا۔

کہو! کیا کہوں اِس خواب میں ایک سے ایک بڑھ کر ڈراؤنی چیز کا ذِکر تھا۔ ہر ایک چیز سے دل پر دہشت بیٹھتی تھی۔ اس خواب کو سُنے سنائے گو مدتیں گزریں۔ زمانہ ہُوا۔ مگر اب تک اس کا اثر میرے دِل پر موجود ہے۔ اب بھی یہ حال ہے۔ کہ جب کبھی مجھے غصہ آتا ہے۔ تو جھٹ اُس جلتے دیو کی تصویر آنکھ کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ میں کانپ جاتا ہوں اور غصہ جاتا رہتا ہے۔ دل میں کوئی گھمنڈ آیا۔ تو وہی تکبّر کی شکل آ موجود ہوئی۔ اور اُسی طرح گرتی ہوئی نظر آئی۔ میں سمجھا کہ گھمنڈ کا نتیجہ ہے۔ تو میرا دِل لرز جاتا ہے۔ میں فوراً تکبّر سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہوں۔

اُستاد جی! اِس خواب میں اور صورتیں بھی دیکھیں؟

ہاں اور بھی ہیں۔ دو عورتیں دیکھیں ایک سی شکل ایک سی پوشاک۔ دونوں سگّی بہنیں معلوم ہوتی تھیں۔ اِن میں سے ایک بیٹھی تھی۔ دوسری مُردہ پڑی تھی۔ زندہ بہن کے ناخن چیل کے چنگل کی طرح تیز اور نوچنے کے ڈھب کے تھے اور تیز دانت بھیڑیئے کی طرح نکلے ہوئے۔ وہ بیٹھی مُردہ بہن کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہی تھی اس کا نام غیبت تھا۔ غیبت کیا ہوتی ہے؟ کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا، اور اُس کا عیب ظاہر کرنا، ایک عورت کی خوفناک صورت دیکھی۔ جس کا منہ کُتّے کا تھا۔ اور زبان باہر لٹک رہی تھی۔ اس کا نام بدزبانی تھا۔ بدزبانی کسے کہتے ہیں؟ گالیاں بکنا، لڑنا اور سخت سخت کلمے کہنا طعنے مہنے دینا۔

ایک عجیب صورت دیکھی جس کے پیٹ کے اندر چھوٹے چھوٹے سانپ سپولئے اور بچھو چلتے پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ اس کا نام بدظنّی تھا۔ بدظنّی کیا ہوتی ہے؟ بے دیکھے بھالے کسی کو قصوروار سمجھنا پکّا ثبوت ملے بغیر کسی کو بُرا جاننا۔

ایک عورت کا نام بے حیائی تھا۔ قیمتی جوڑا پہنے تھی اور گہنے پاتے سے لدی تھی مگر اُس کا بدن لوہے کی میخوں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ سر، ماتھا، گردن، سینہ پیٹھ، ہاتھ پاؤں میں سے کوئی جگہ نہ تھی۔ جہاں میخیں نہ ٹھک رہی ہوں بے حیائی کسے کہتے ہیں بناؤ سنگار سے غیروں کے سامنے جانا بیگانوں سے بات چیت کرنا۔

جب تک ان شکلوں کا ذکر میں نے نہ سُنا تھا۔ مجھ سے کسی کا بُرا ذکر بھی ہو جاتا تھا۔ اور کبھی کسی سے تکرار ہو جاتی تو کوئی بُرا بھلا لفظ بھی مُنہ سے نکل جاتا تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی پر بُرا گمان بھی ہو ہی جاتا تھا۔ مگر جب سے غیبت کی مورت کا حال سُنا۔ کبھی کسی کا بُرا ذکر نہ کیا۔ جب سے بدزبانی کی شکل کا ذکر سُنا۔ کسی سے اُف تک نہیں کہا جب سے بدظنی کی شکل کا حال معلوم ہُوا۔ کسی پر میں نے بُرا گمان نہیں کیا۔

کبھی کسی سے باتیں چھڑ جائیں۔ اور میری زبان سے کسی کی بُرائی کا کلمہ نکل جائے تو میرا بُرا حال ہوتا ہے۔ وہی غیبت کی تصویر میرے آگے آن موجود ہوتی ہے۔ اور اپنے ناخن اور دانت بھی اُسی ڈائن کے سے نظر آنے لگتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی مسلمان بھائی کا گوشت کھا رہا ہوں۔

۱۴ اگست ۱۹۶۴

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین لاہور
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۴۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء